Spot CMYK#Waheed

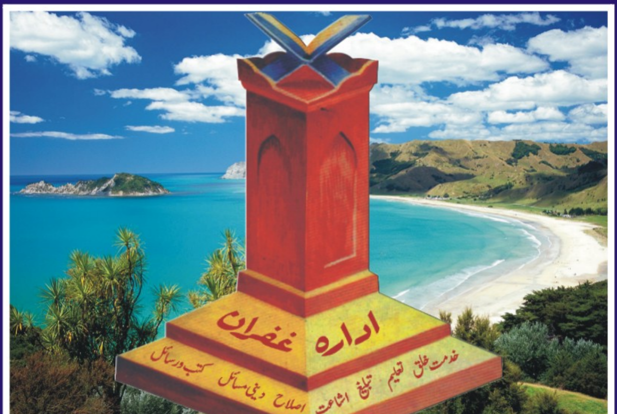

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ............300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... بسنت قابلِ توجہ پہلو.......................مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۸، آیت نمبر ۲۱، ۲۲) . . توحید کا عقیدہ انقلابی نظریہ......مفتی محمد رضوان ۶
درسِ حدیث .... مسجد کے آداب...........................مفتی محمد یونس ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ربیع الاول کی رسمیں..مفتی محمد رضوان ۱۴
ماہِ ربیع الاول: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں.........مولوی طارق محمود/مولوی سعید افضل ۱۶
حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (آٹھویں وآخری قسط).......................مفتی محمد رضوان ۲۲
حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ........// // ۲۴
ملا محمد ایاز بن محمد نیاز خان صاحب..............// // ۲۸
ترکِ تقلید کا فتنہ...............................مولوی عبدالواحد قیصرانی ۳۲
حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۱۱)...........................مولانا محمد امجد حسین ۳۵
صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ.......................انیس احمد حنیف صاحب ۳۸
آدابِ تجارت (قسط۱۱)...............................مفتی منظور احمد صاحب ۴۱
مسلمان کی مدد کرنا...............................مولوی محمد ناصر ۴۲
مجلس ومحفل کے آداب (دوسری وآخری قسط)...........................مفتی محمد رضوان ۴۵
آج کل کی رسمی پیری فقیری اور درویشی..................// // ۴۸
مکتوباتِ مسیح الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (بائیسویں وآخری قسط).........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۵۳
طلبہ کے سیاست وتحریکات میں شرکت کا نقصان (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)......// // ۵۵
علم کے مینار.............ہر چہ گیرد علّتی ..... (قسط۴)...........................مولانا محمد امجد حسین ۵۹
تذکرۂ اولیاء: .. خواجہ بہاءالدین نقشبندی رحمہ اللہ.......................مولوی عبدالسلام ۶۳
پیارے بچو! .... صبر اور بے صبری کا پھل...........................مفتی ابوریحان ۶۶
بزمِ خواتین .... داڑھی والے شوہر سے نفرت...........................مفتی محمد رضوان ۶۸
آپ کے دینی مسائل کا حل.. مسجد میں بعد میں آنے والوں کے لئے جماعتِ ثانیہ کا حکم......ادارہ ۷۷
کیا آپ جانتے ہیں؟........ بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۳).......مولانا محمد امجد حسین ۸۴
عبرت کدہ .... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۱۱)...........................مولانا محمد امجد حسین ۸۸
طب وصحت.... نقرس (GOUT) وجع المفاصل (RHEUMTISM)...حکیم محمد فیضان صاحب ۹۳
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...........................مولانا محمد امجد حسین ۹۶
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........................مولوی ابرار حسین ستی ۹۷
Some Commercial Rulings of Jewellery..............................// // ۱۰۰

اداریہ ﷽ مفتی محمد رضوان

بسنت قابلِ توجہ پہلو

گذشتہ کئی سالوں سے ملکِ پاکستان میں موسمِ بہار کے آغاز پر بسنت کے عنوان سے ایک تہوار بہت زور وشور کے ساتھ منایا جارہا ہے، ہر سال اس تہوار کے نتیجہ میں متعدد اموات واقع ہوجاتی ہیں، کبھی پتنگ اڑانے یا پتنگ اور ڈور لوٹنے کے چکر میں حادثات ہونے سے اور کبھی دھاردار ڈور سے گلے کٹنے کے نتیجہ میں۔ اور پتنگ بازی کے نتیجے میں زخمی ہونے والوں کی تعداد تو کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

اس سال بسنت کے تہوار سے کافی پہلے اگرچہ قانونی طور پر پتنگ بازی پر پابندی عائد کردی گئی تھی، مگر بسنت کا تہوار شروع ہونے سے کچھ پہلے حکومت کی طرف سے محدود وقت کے لئے بسنت کے نام پر پتنگ بازی کی اجازت دے دی گئی، اگرچہ حکومت کی طرف سے مہلت دی گئی تاریخ کا ابھی آغاز بھی نہ ہوا تھا لیکن اس سے پہلے ہی زور وشور کے ساتھ پتنگ بازی کا آغاز ہوگیا، اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے پھر یہاں تک پہنچا کہ پے در پے دھاردار ڈور کے گلے پر پھرنے سے متعدد اموات واقع ہوگئیں، ہلاک ہونے والوں میں اکثر بچے شامل تھے، یہ کچھ اندھیر نگری مچنے پر بھی حکومت اور متعلقہ انتظامی اداروں کو صحیح معنوں میں احساسِ زیاں نہ ہوا جو کہ قومی وملکی سطح پر ہمارے اخلاقی دیوالیہ پن کا واضح ثبوت ہے، البتہ عوام میں شدید بے چینی واضطراب پیدا ہوا، چنانچہ بسنت کے مرکزی شہر لاہور میں لوگوں کی طرف سے ہڑتال اور مظاہروں کی شکل میں پتنگ بازی کے خلاف ردعمل سامنے آیا۔

جس وقت پتنگ بازی کے نتیجہ میں اموات واقع ہونے کا سلسلہ جاری تھا، اسی وقت اس موضوع پر مختلف قسم کے تحریری وتقریری مذاکرات اور مباحثات کا بازار بھی گرم تھا، جس میں پتنگ بازی اور بسنت کے حق میں اور اس کے خلاف لوگوں کی آراء سامنے آرہی تھیں۔

کچھ لوگ پتنگ بازی کے حق میں رائے فراہم کررہے تھے جو کہ عقل ونقل کی روشنی میں بالکل ہی غلط رائے تھی جبکہ ایک طبقہ اس تہوار کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی خرابیوں کی اصلاح کا حامی تھا، مثلاً یہ کہ پتنگ بازی کے عمل کو آبادی سے باہر منتقل کیا جائے اور دھاردار ڈور وغیرہ کے استعمال کے خلاف سخت قانون

بنادیا جائے وغیرہ وغیرہ (جبکہ اس قسم کے قوانین سے فتنوں کا سد باب نہیں ہوتا اور پتنگ بازی کے گناہ سے نجات حاصل نہیں ہوتی)

لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جو یکطرفہ طور پر پتنگ بازی اور بسنت کے خلاف رائے فراہم کررہے تھے اور ہڑتال ومظاہروں کے ذریعے اس رسم کے خلاف آواز اٹھارہے تھے، یہی لوگ اس وقت ہماری بحث کا موضوع ہیں، لیکن ان لوگوں میں بھی ایسے حضرات کی تعداد بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی جو اس عمل کی شرعی نقطۂ نظر سے قباحت اور برائی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھارہے ہوں، ورنہ اکثر وبیشتر افراد کے بیانات اور انداز سے مادیت پرستی کا اظہار ہوتا تھا، کیونکہ بسنت یا پتنگ بازی کے خلاف جو آواز اٹھ رہی تھی اس کا محرک اور داعیہ اموات اور ہلاکتوں کا واقع ہونا تھا، اس رسم کے نتیجہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا ٹوٹنا اور گناہوں میں مبتلا ہونا نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں کی زبان پر یہی جملہ تھا کہ صاحب اتنی ہلاکتیں ہورہی ہیں اس خونی کھیل کو بند ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔

اور کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک بسنت کے غلط ہونے کی بنیاد ہلاکتوں کا واقع ہونا تھی، اس لئے اسی کے ساتھ ان لوگوں کا خیال یہ بھی تھا کہ موسمِ بہار کے موقع پر اگر بسنت کے عنوان سے کوئی تہوار منانا ہی ہے تو اس کے لئے اور بھی کئی طریقے ہوسکتے ہیں، جن سے لوگوں کا جانی نقصان نہ ہو، مثلاً گانے بجانے اور موسیقی کے پروگرام جگہ جگہ منعقد کئے جائیں اور لوگ ان میں شریک ہوکر اپنے جذبات کی تسکین کریں، اس قسم کے پروگراموں سے کوئی ہلاک تو نہیں ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب تک دنیا کا کوئی فائدہ یا نقصان سامنے نہ آئے اور ظاہر نہ ہو اس وقت تک کسی چیز کو قبول یا ترک نہیں کرتے، ہر چیز کی قبولیت اور رد کرنے کا دارومدار دنیا کے ظاہری اور عارضی فائدہ یا نقصان پر رکھ لیا ہے، جب تک کسی چیز کا کوئی نقصان دنیا کے اعتبار سے نقدی سامنے نہ آئے اس وقت تک اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے، یہ تو خالص مادیت پرستی ہے، ورنہ اگر اخلاص ہوتا اور آخرت کا خوف ہوتا تو ہلاکتوں کے واقع ہونے سے پہلے بھی ضرورت تھی کہ بسنت جیسے ہندوانی تہوار اور پتنگ بازی جیسی کئی گناہوں پر مشتمل رسم کی اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے بچنے اور آخرت کی تباہی وبربادی سے حفاظت کی غرض سے مخالفت کرتے، اس کے

خلاف آواز اٹھاتے،اور بسنت کے تہوار کو پتنگ بازی سے بدل کر موسیقی اورگانے بجانے کے پروگراموں کے ساتھ منعقد کرنے کا ہرگز مشورہ نہ دیتے، کیونکہ اگر بسنت اور پتنگ بازی گناہ اور آخرت کی تباہی وبربادی کا ذریعہ ہے تو موسیقی اورگانا بجانا بھی گناہ ہے اورسخت گناہ ہے، پھر ہمارے یہاں اس قسم کی باتیں کرتے وقت یہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ اگر بسنت کا تہوار کسی اورانداز میں بھی منایا جائے تب بھی اس تہوار کے ہندوانی ہونے کی حقیقت تو نہیں بدلے گی، مگر کیونکہ ہمارے بحث ومباحثے اورغور وفکر کا سارا محور دنیا ہوتی ہے، آخرت کا تو کہیں سے کہیں تک بھی کوئی ذکر نہیں ہوتا، اس لئے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، حکمرانوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان کی طرف سے کوئی قانون اللہ اوراس کے رسول کا حکم سمجھ کر نہیں بنایا جاتا، البتہ دنیا کی ملامت اوررسوائی وغیرہ جیسی چیزوں کی بنیاد پر بنایا جاتا ہے، ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ جس کام میں اللہ اوراس کے رسول کی ناراضگی آتی ہو اس کو بالکل چھوڑ دے خواہ اس میں ہزارہا فائدے نظر آئیں، اوراگر کسی کام سے اللہ اوراس کے رسول کی رضامندی حاصل ہوتی ہو تو اس کو انجام دے خواہ اس کی خاطر ساری دنیا ہی کیوں نہ خفا ہو جائے۔

اورقابلِ صد افسوس بات یہ ہے کہ پتنگ بازی اور بسنت کے تہوار کی رنگ رلیاں ہمارے ملک میں عین اس وقت بڑی شدومد کے ساتھ منائی جارہی تھیں جبکہ یورپ کے ممالک میں شانِ رسالت پر توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف ملک بھر میں سخت ردعمل اوراحتجاجات کا سلسلہ جاری تھا،لیکن ہماری قوم اس چیز سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھی کہ بسنت کا تہوار بھی تو دراصل ایک گستاخِ رسول کی یادگار میں ایجاد ہوا تھا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) پنجاب آخری مغل دورحکومت (Punjab Under the later last Mughals) مصنف: ہندو مورخ جناب ڈاکٹر ایس۔بی نجار (Dr.S.B. Nijjar) (۲) تاریخ گوردوارہ شہید گنج، مصنف: گیانی خزان سنگھ سابق لیکچرار اورینٹل کالج لاہور (۳) **ٹرانسفرمیشن آف سکھ ازم**، مصنف: ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ (۴) کتاب الہند، مصنف: علامہ ابوریحان البیرونی (۵) تفصیلی حوالہ جات کے لئے دیکھئے ''بسنت کیا ہے'' مطبوعہ: دارالافتاء والارشاد: ناظم آباد کراچی)

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری قوم اپنے عظیم پیغمبر کی تعظیم وتکریم کا کام بھی کافروں سے لینا چاہتی ہے، کہ کافر قوم کا پیغمبر کی تعظیم وتکریم کی خلاف ورزی کرنا تو اس کو قابلِ اعتراض معلوم ہوتا ہے لیکن خود جن حرکتوں میں مبتلا ہونے سے حضور ﷺ کی گستاخی کا اظہار ہوتا ہے ان کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم کرلیا جاتا ہے۔

اگر معاملہ یوں ہی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سوچ کی اصلاح فرمائیں۔

محمد رضوان۔۲۷/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۸، آیت نمبر ۲۱،۲۲) مفتی محمد رضوان

توحید کا عقیدہ انقلابی نظریہ

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیات نمبر۲۱ اور ۲۲ میں ایک ایسی چیز کی دعوت دی گئی ہے جو تمام آسمانی کتابوں کے نازل فرمانے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں بھیجنے کا مقصدِ اعظم ہے۔ یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی، جس کا نام ''توحید'' ہے اور یہی وہ انقلابی نظریہ ہے جو مادیت واسباب پرست انسان کا تاریکی اور ضلالت سے رخ موڑ کر روشنی اور ہدایت کی طرف کرتا ہے۔ اور انسان کے تمام اعمال واحوال اور اخلاق ومعاشرت پر گہرا اثر پیدا کرتا ہے، کیونکہ جب انسان اپنے دل ودماغ میں یہ یقین پیدا کرلے کہ پورے عالم اور کائنات کی خالق ومالک اور تمام نظامِ عالم میں تصرف وتغیر کرنے والی صرف ایک ذات پاک ہے، بغیر اس کے ارادہ ومشیت کے کوئی ذرہ حرکت نہیں کرسکتا، نہ کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا، تو ایسے انسان کی پوری توجہ ہر مصیبت وراحت اور ہر تنگی وفراخی کے وقت صرف اسی ایک ذات پاک کی طرف ہوجائے گی، اور اس کو وہ نور اور بصیرت حاصل ہوجائے گی جس کے ذریعہ وہ ظاہری اسباب کی حقیقت کو پہچان لے گا اور سمجھ جائے گا کہ یہ اسباب کا سلسلہ درحقیقت ایک پردہ اور آڑ ہے جس کے پیچھے دستِ قدرت کارفرما ہے۔

بجلی اور بھاپ کے پوجنے والے یورپ کے نادان اور عقل کے دعوے دار اگر اس حقیقت کو سمجھ لیں تو انہیں معلوم ہوجائے کہ بجلی اور بھاپ سے آگے بھی کوئی حقیقت ہے اور حقیقی پاور اور طاقت نہ بجلی میں ہے نہ بھاپ میں بلکہ سب طاقتوں کا سرچشمہ اور پاور ہاؤس اسی ذاتِ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جس نے یہ بجلی اور بھاپ پیدا کئے اس کو سمجھنے کے لئے بصیرت چاہیے اور جس نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا وہ دنیا میں کتنا ہی عقلمند، دانشمند وفلاسفر کہلاتا ہو مگر اس کی مثال اس دیہاتی بے وقوف کی سی ہے جو کسی ریلوے سٹیشن پر پہونچا اور دیکھا کہ گارڈ کے ہاتھ میں دو جھنڈیاں سرخ اور سبز ہیں سبز کے ہلانے سے ریل چلنے لگتی ہے اور سرخ جھنڈی دکھانے سے ریل تھم جاتی ہے یہ دیکھ کر وہ ان جھنڈیوں ہی کی پوجا کرنے لگے اور یہ سمجھے کہ یہ جھنڈیاں ہی طاقت کی مالک ہیں کہ اتنی بڑی تیز رفتار پہاڑ کی طرح بوجھل گاڑی کو چلانا اور روکنا ان جھنڈیوں کا کام ہے، جس طرح دنیا اس دیہاتی پر ہنستی ہے کہ اس جاہل کو یہ خبر نہیں کہ جھنڈیاں صرف

علامت اور نشانی ہیں اور کام درحقیقت ڈرائیور کا ہے، کہ وہ ریل کو چلاتا ہے اور روکتا ہے، بلکہ اس کا بھی نہیں انجن کے اندر نصب شدہ مشین کے کل پرزوں کا ہے، اور جس نے ذرا نگاہ کو اور گہرا کر لیا تو اسے یہ نظر آ جاتا ہے کہ درحقیقت اس کا چلانا نہ ڈرائیور کا کام ہے، نہ انجن کے کل پرزوں کا، بلکہ اصل طاقت اس اسٹیم کی ہے جو انجن کے اندر پیدا ہو رہی ہے اسی طرح ایک موحّد انسان ان سب عقلمندوں پر ہنستا ہے کہ حقیقت کو تم نے بھی نہیں پایا، فکر و نظر کی منزل ابھی اور آگے ہے ذرا نگاہ کو تیز کرو اور غور سے کام لو تو معلوم ہوگا کہ اسٹیم اور آگ و پانی بھی کچھ نہیں، طاقت وقوت صرف اسی ذات کی ہے جس نے اسٹیم بننے کے لئے آگ اور پانی پیدا کئے اور اسی کی مشیت و ارادہ کے ماتحت یہ سب چیزیں اپنی ڈیوٹی ادا کر رہی ہیں اسی چیز کو فارسی کے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند — بامن وتو مردہ باحق زندہ اند

یعنی مٹی، ہوا، پانی اور آگ یہ سب چیزیں اللہ کی مخلوق اور غلام ہیں اگرچہ ہماری اور تمہاری کوتاہ نظر کے اعتبار سے مردہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے اعتبار سے درحقیقت زندہ ہیں۔

توحید کا عقیدہ امن وامان اور سکون واطمینان کا ضامن ہے

توحید کا عقیدہ جو اسلام کا سب سے پہلا اور بنیادی عقیدہ ہے یہ صرف ایک نظریہ نہیں، بلکہ انسان کو صحیح معنیٰ میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اسکے لئے پناہ گاہ، اور ہر غم وفکر میں اس کا غمگسار ہے، کیونکہ توحید کا عقیدہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کے سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اس کی حکمت کے مظاہر ہیں اور ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے دل ودماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لئے جنت بن جائے گی، سارے جھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں گی کیونکہ اس عقیدہ کا مالک ساری دنیا سے بے نیاز ہر خوف وخطر سے بالاتر ہو کر زندگی گذارتا ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ جو کلمۂ توحید کہلاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ توحید کا صرف زبانی اقرار اس کے لئے کافی نہیں، بلکہ سچے دل سے اس کا یقین اور یقین کے ساتھ اس کو اپنے دل ودماغ میں حاضر رکھنا ضروری ہے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ کے پڑھنے والے تو آج دنیا میں کروڑوں ہیں، اور اتنے ہیں کہ کسی زمانے میں اتنے نہیں

ہوئے ،لیکن عام طور پر یہ صرف زبانی جمع خرچ ہےتو حید کا رنگ ان میں رچا نہیں ورنہ ان کا بھی وہی حال ہوتا جو پہلے بزرگوں کا تھا کہ نہ کوئی بڑی سے بڑی قوت وطاقت ان کو مرعوب کرسکتی تھی اور نہ کسی قوم کا تعداد میں زیادہ ہونا ان پر اثر انداز ہوسکتا تھا، نہ کوئی بڑی سے بڑی دولت وسلطنت ان کے دلوں کوحق کے خلاف اپنی طرف جھکا سکتی تھی ، ایک پیغمبر کھڑا ہوکر ساری دنیا کو للکار کر کہہ دیتا تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ انبیاء کے بعد صحابہ وتابعین جوتھوڑی سی مدت میں دنیا پر چھا گئے ان کی طاقت وقوت اسی حقیقی توحید میں پوشیدہ تھی ۔

مگر آج آپ اپنے اردگرد نظر دوڑا کر دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ توحید کا دعویٰ کرنے والے ہی خود توحید کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں، دنیا اوراس کی ظاہری طاقت وشوکت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اسی کے اوپر مرتے اور مٹتے ہیں،اسی کے آگے پیچھے دوڑتے ہیں، دنیا کی طاقتوں کو ہی نفع نقصان اور اپنی قسمت کا مالک سمجھتے ہیں ، مال ودولت اور منصب وعہدوں کی خاطر لڑتے مرتے ہیں اورانہیں چیزوں کو اصل کامیابی اور ناکامی کا زینہ سمجھتے ہیں، غیراللہ کو روزی وروٹی ، بیماری وتندرستی ،زندگی وموت کا مختار ومالک اور حاجت روا سمجھتے ہیں، ایسے حالات میں ان کو امن وامان اور سکون واطمینان کیسے حاصل ہو، کیونکہ یہ تو حقیقی توحید سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو توحید کی حقیقی دولت نصیب فرمائے ، آمین (ماخوذ از معارف القرآن عثمانی ج ا ص ۱۳۷) (جاری ہے............)

صفحات210 **ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں** قیمت-/120روپے

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے ،انگوٹھی ،تلوار، زرہ،خود،عمامہ ودستار،تہبند وازار،قناع، نشست، تکیہ،سہارا، رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل شمائل ترمذی کی (۶۰) احادیث کی عالمانہ ومحققانہ تشریح وتوضیح

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

درسِ حدیث مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مسجد کے آداب

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ (مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ الفصل الاول ص ۶۸)

ترجمہ: حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے ’’اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ‘‘ (یعنی اے اللہ! اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے) اور جب تم میں سے کوئی شخص مسجد سے نکلے تو اسے یہ دعا کرنی چاہئے ’’ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ‘‘(یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں) (مسلم از مشکوۃ ص ۶۸)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے مسجد میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اور طریقہ بھی ایسا تعلیم فرمایا کہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ صرف مسجد میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعا بتلادی لیکن درحقیقت اگر غور کیا جائے تو بہت بڑی بات کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ کہ انسان اللہ کے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور اللہ کے گھر سے باہر جاتے وقت بھی اللہ سے غافل نہ ہو بلکہ دونوں وقتوں میں وہ اللہ کی طرف محتاج بن کر متوجہ ہو ویسے تو مومن کو کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اللہ تعالیٰ کے گھر آتے جاتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور توجہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ بڑی بے ادبی ہے کہ انسان اللہ کے گھر میں غافلوں کی طرح داخل ہو جائے خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ’’اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْ خُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ‘‘(یعنی ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت (اور بے باک) ہو کر ان (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا (بلکہ جب جاتے تو نہایت عظمت وحرمت وادب سے جاتے جب بیباک ہو کر اندر جانے تک کا استحقاق نہیں تو اس

Iqra Ghufran

کی ہتکِ حرمت کا حق کب حاصل ہے......)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت کو ذہن میں حاضر رکھتے ہوئے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔

جب مسجد میں آتے جاتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور مسجد کے ادب واحترام کوملحوظ رکھنا ضروری ہے تو مسجد کے اندر رہتے ہوئے آداب کا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال رکھنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔مسجد کی مثال شاہی محل کی سی ہے اور بندے کی مثال غلام کی سی ہے جس طرح وہ غلام جو بادشاہ کے احسانات سے ممنون ہواور بادشاہ کی عظمت وہیبت سے مرعوب ہولرزاں وترساں شاہی محل میں آتا جاتا ہے اور ہر طرح کے ادب کوملحوظ رکھتا ہے اسی طرح بندے کواللہ تعالیٰ کے گھر میں آتے جاتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور آداب کوملحوظ رکھنا چاہیے۔

متعدد احادیث میں مسجد کے آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

★......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جوشخص وضوکر کے گھر سے نکلے اور فرض نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جائے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا احرام باندھ کر حج کرنے والے کوملتا ہے (مسند احمد، ترمذی) اس حدیث پاک میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے تشبیہ دی گئی ہے اس تشبیہ کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس طرح حج کے صحیح ہونے کے لئے احرام شرط ہے اسی طرح نماز درست ہونے کے لئے وضو شرط ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ حاجی احرام باندھ کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور نمازی وضوکر کے مسجد (کہ وہ بھی اللہ کا گھر ہے) کی طرف جاتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ میقات تک احرام باندھے بغیر جانا حاجی کے لئے جائز ہے لیکن گھر سے احرام باندھ لینا افضل ہے اسی طرح مسجد تک نمازی کا بے وضو چلے جانا اور وہاں جا کر وضوکرنا بھی جائز ہے لیکن گھر سے وضو کر کے چلنا افضل ہے۔تشبیہ کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح حاجی گھر سے احرام باندھ کر حج کو چلے تو اس کو گھر سے ہی حج کا ثواب ملنا شروع ہوجاتا ہے۔اسی طرح نمازی جب گھر سے وضو کر کے نماز کے لئے چلتا ہے تو گھر سے ہی نماز کا ثواب ملنا شروع ہوجاتا ہے۔

اس حدیث سے مسجد کا یہ ادب معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ گھر سے ہی باوضو ہو کر مسجد جانے کا اہتمام کیا کرے۔بعض لوگ محض سستی اور کم ہمتی یا عادت پڑ جانے کی وجہ سے ہمیشہ مسجد جا کر ہی وضو کرتے ہیں اور

اتنے بڑے ثواب سے محروم رہتے ہیں حالانکہ ذرا سی ہمت کر کے اس فضیلت کو حاصل کیا جا سکتا ہے گو کہ مسجد میں جا کر ہی وضو کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں لیکن ایمان کا تقاضا صرف اتنا ہی نہیں کہ آدمی گناہ سے بچ جائے بلکہ اس سے بڑھ کر مومن کو نیکیوں کا حریص بھی ہونا چاہیے۔

★......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز اور لہسن وغیرہ) میں سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے کیونکہ جس (بدبو) سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے (بخاری، مسلم)

مسجد میں چونکہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں اس لیے ان کو تکلیف پہنچنے کا ذکر بھی حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے نیز اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ فرشتے چونکہ انسان کو نظر نہیں آتے (بخلاف انسانوں کے کہ وہ نظر آتے ہیں) اس لیے ان کی موجودگی کی طرف اکثر اوقات توجہ و دھیان نہیں رہتا اور نہ ہی ان کو اذیت پہنچانے سے بچنے کا عموماً لوگ اہتمام کرتے ہیں اس لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو ایسے ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسے انسانوں کو ہوتی ہے تاکہ اپنی اذیت پر قیاس کر کے فرشتوں کو اذیت پہنچنے کا احساس ہو جائے اور اس سے بچنے کی کوشش کی جائے (ورنہ فرشتوں کی طرح انسان کو تکلیف پہنچانا بھی جائز نہیں)

اس حدیث سے مسجد کا یہ ادب معلوم ہوا کہ بدبودار چیز مثلاً پیاز، لہسن، مولی، سگریٹ وغیرہ کا استعمال کر کے منہ کی بدبو زائل کیے بغیر مسجد نہیں جانا چاہیے اسی طرح جسم یا لباس سے پسینہ یا کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے بدبو آتی ہو یا مٹی کا تیل، پٹرول اور سپرٹ وغیرہ جیسی کوئی بدبودار چیز استعمال کر کے اسی بدبو والی حالت میں مسجد آنا بھی بے ادبی ہے کیونکہ اس سے انسانوں کے ساتھ ساتھ فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے

ایک اہم بات:......آجکل بعض لوگ مسجد میں صرف پیشاب پاخانہ کے لئے آتے ہیں اور نماز کا وقت ہونے کے باوجود اپنے تقاضے سے فارغ ہو کر نماز ادا کئے بغیر مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں حالانکہ مسجد تعمیر کرنے کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے نہ کہ بشری تقاضے پورے کرنا یہ تقاضے پورے کرنے کی تو ضمناً اس لئے سہولت مہیا کر دی جاتی ہے تاکہ نمازی حضرات ان تقاضوں سے فراغت کے بعد دلجمعی کے ساتھ نماز اور دیگر عبادات ادا کر سکیں لیکن اب بعض لوگوں کو اصل مقصود یعنی عبادت کرنے کی توفیق تو ہوتی نہیں اور اس کی بجائے مسجد میں غلاظت کر کے مسجد کو بدبودار کر کے چلے جاتے ہیں حالانکہ حدیثِ بالا

میں بدبو دار چیز کھا کر مسجد کے قریب آنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے تو پیشاب پاخانہ کی بدبو مسجد میں پھیلانے والے کے لئے کتنی سخت وعید ہوگی۔

★ ......ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں پر عنقریب ایک ایسا وقت آئیگا کہ وہ اپنی دنیا داری باتیں اپنی مسجدوں میں کیا کریں گے لہٰذا تم ان کے پاس بھی نہ بیٹھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے (بیہقی)

اس حدیث شریف میں دنیوی امور کی باتیں مسجد میں کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرما دیا گیا ہے یعنی مسجد میں دنیوی بات چیت کرنا تو ممنوع ہے ہی ایسی مجلس میں شرکت کرنا بھی منع ہے یہ گناہ بھی آج کل بہت عام ہو گیا ہے اور اس گناہ میں زیادہ تر نمازی اور دین دار حضرات، ذکر و تلاوت کرنے والے ہی مبتلا نظر آتے ہیں۔اور پھر یہ محفلیں صرف جائز دنیوی بات چیت تک محدود نہیں رہتیں بلکہ جھوٹ، غیبت، الزام تراشی، چغلی اور ہنسی مذاق میں مبتلا ہوئے بغیر عموماً یہ محفلیں برخاست نہیں ہوتیں جس کا بھیانک انجام یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق بن کر رخصت ہوتے ہیں۔اور اللہ کے گھر کی بے ادبی اور توہین کا گناہ سو یہ الگ رہا۔

مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان کرنا بھی مسجد کی بے ادبی میں شامل ہے اور تعمیر مسجد کے اصل مقصد سے ناواقف ہونے کی علامت ہے حدیث شریف میں ہے کہ:

جب تم (مسجد میں) کسی شخص کو بلند آواز سے گمشدہ چیز کو ڈھونڈھتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ

''خدا کرے تیری چیز نہ ملے'' (ترمذی، دارمی)

اس حدیث شریف میں اس شخص کو چیز نہ ملنے کی بددعا کا ذکر ہے جو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کو علی الاعلان تلاش کر رہا ہو معلوم ہوا کہ یہ کام شرعی نقطۂ نظر سے بہت غلط ہے اور بعض احادیث میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مساجد ایسے کاموں کے لئے نہیں بنائی جاتیں البتہ صرف فوتیدگی کے اعلان کی بوقتِ ضرورت گنجائش ہے۔

ایک حدیث شریف میں مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے (ابوداود، ترمذی)

لہٰذا مسجد میں کوئی چیز مثلاً ٹوپی، تسبیح، مسواک، عطر اور کتاب وغیرہ خریدنا یا بیچنا بھی خلاف ادب ہے

اس کے علاوہ بھی بعض احادیث میں مختلف آداب مسجد کا تذکرہ ہے آخر میں خلاصہ کے طور پر ترتیب وار کچھ ضروری آدابِ مسجد ذکر کیے جا رہے ہیں:......

مسجد کے چند ضروری آداب

★……بہتر اور افضل یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے پاک وصاف اور ہوسکے تو باوضو تشریف لائیں مسجد میں پہلے دایاں پاؤں داخل کیا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے ”بِسْمِ اللہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ “ داخل ہو کر نفل اعتکاف کی نیت کر لینا بہتر ہے ★……مکروہ وقت نہ ہو اور موقع بھی ہو تو مسجد پہنچ کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھ لینا بہتر ہے ★……مسجد میں جہاں جگہ ملے ادب اور سکون کے ساتھ بیٹھ جانا چاہئے کسی صف میں جگہ نہ ہو تو زبردستی گھسنا نہیں چاہئے ★……مسجد میں اتنی زور سے سلام کرنا جس سے عبادت (نماز، ذکر، تلاوت وغیرہ) کرنے والوں کی عبادت میں خلل پڑے صحیح نہیں ہے ★……اگر مسجد میں کچھ لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو ان کو آہستہ آواز سے سلام کیا جاسکتا ہے اور اگر سب نماز یا ذکر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں تو ان کو سلام نہیں کرنا چاہئے ★……کوئی بدبودار چیز (کچا پیاز، لہسن، مولی، تمباکو، نسوار وغیرہ) کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے بغیر مسجد میں آنا مکروہ ہے ★……مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا، شوروشغب کرنا، ہنسنا، دنیا کی باتیں یا سیاسی باتیں کرنا یا اسی قسم کی کوئی نازیبا حرکت کرنا مسجد کے آداب کے خلاف ہے ★……مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے کوئی گندی اور بدبودار چیز مسجد میں نہیں لانی چاہئے ★…… بوقت ضرورت مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے بلا ضرورت ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ضرورت کے وقت بھی نفل اعتکاف کی نیت کر لینی چاہئے نیز مسجد کی صفائی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ★……مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے:

”بِسْمِ اللہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ “

★……مسجد میں (مسجد سے باہر) گم شدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہیں ★……مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے ★……مسجد کے قریب شوروغل کرنا، آتش بازی اور موسیقی وغیرہ بجانا منع ہے ★……مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو لانا منع ہے جو پاکی ناپاکی کو نہ سمجھتے ہوں اور مسجد کے آداب کا خیال نہ رکھتے ہوں ★……مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں، وغیرہ ادب کے خلاف ہے ★……مسجد کے درودیوار وغیرہ پر غیر ضروری نقش ونگار بنانا ان پر کچھ لکھنا جس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ بٹے منع ہے

Iqra Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ربیعُ الاول کی رسمیں

ماہِ ربیع الاول میں حضور سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں تھیں، مگر آپ ﷺ کی ولادت یا وصال کے حوالے سے کوئی شرعی حکم اس مہینے کے ساتھ وابستہ نہیں، مگر ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہمارے معاشرے میں کچھ عجیب وغریب رسمیں شروع ہو جاتی ہیں، جن کی نہ تو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے کوئی صحیح نسبت ہوتی اور نہ آپ ﷺ کے وصالِ مبارک سے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بعد نہ تو حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس ان رسموں کا اہتمام فرمایا اور نہ ہی کسی صحابی یا امتی کو ان کا حکم فرمایا، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد نہ تو کسی صحابی نے ان رسموں کا اہتمام فرمایا اور نہ آنے والی امت کے کسی فرد کو ان کی تلقین فرمائی، لیکن آج ہمارے زمانے میں ان منگھڑت رسموں ہی کو آپ ﷺ سے تعلق اور نسبت بلکہ محبت کی گویا نشانی اور علامت سمجھ لیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک رسمیں یہ ہیں:

۞......**جشنِ میلاد النبی:** ربیع الاول کی سب سے بڑی رسم اس دور میں جشن میلاد النبی کے نام سے جلوس نکالنا ہے، جس کی خرافات اب اتنی زیادہ بڑھ چکی ہیں کہ ان کے ناجائز ہونے پر ایک عام سمجھدار مسلمان کے سامنے دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں، موسیقی، بے پردگی، اور اس جیسے ایسے گناہ اس رسم کا حصہ بن گئے ہیں کہ ان کو حضور ﷺ کے نام پر انجام دینا ایمان کے لئے سخت خطرناک ہے۔

۞......**۱۲ ربیع الاول کا روزہ:** بعض لوگ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی اور شکرانے میں ۱۲ ربیع الاول کا روزہ رکھتے ہیں اور اس کو بہت فضیلت واہمیت کا باعث سمجھتے ہیں اول تو خاص ۱۲ ربیع الاول کو روزہ رکھنا حضور ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور فقہائے کرام سے بھی اس تاریخ کے روزہ کی کوئی فضیلت واہمیت منقول نہیں، جبکہ فقہائے کرام نے تفصیل کے ساتھ فرض، واجب، سنت ومستحب روزوں کا ذکر کر دیا ہے، ان روزوں میں کہیں بھی ۱۲ ربیع الاول کے روزہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، دوسرے خود حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ۱۲ تاریخ کوئی حتمی اور یقینی تاریخ نہیں، لہٰذا اس تاریخ میں کوئی روزہ رکھنے کا اہتمام اور اسکی فضیلت کا دعویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی معقول دلیل

Idara Ghufran

نہیں۔

البتہ آپ ﷺ سے پیر کے روز ولادت کا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا منقول ہے،لیکن ظاہر ہے کہ یہ ثبوت پیر کے دن کے حوالہ سے ہے نہ کہ ۱۲ ربیع الاول کے حوالہ سے،اور پیر کا دن اور ۱۲ ربیع الاول دو الگ الگ اوقات ہیں، پیر کا دن تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ آتا ہےاور ۱۲ ربیع الاول سال میں ایک مرتبہ، نیز ۱۲ ربیع الاول کو ہمیشہ پیر کا دن واقع نہیں ہوتا،اور اگر کبھی واقع ہو بھی جائے تو یہ ایک اتفاقی واقعہ ہوگا۔

۱۲......ربیع الاول کو قرآن خوانی: بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں، کچھ لوگوں کو دعوت دے کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور پھر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب حضور ﷺ کی روح کو پہنچاتے ہیں اس کے بعد کھانے پینے کا اہتمام وانتظام کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن مجید پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا ’’تداعی‘‘ میں داخل ہے جو کہ شرعاً بدعت ومکروہ ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ ص ۶۰۶)

اور حضور ﷺ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تخصیص وتعیین بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت پر زیادتی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی دلائل سے اس کا ثبوت نہیں،اور پھر قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آج کل کے مروجہ طریقے پر کھانے پینے کا اہتمام اس کی برائی اور قباحت کو مزید بڑھا دیتا ہے،لہٰذا ۱۲ ربیع الاول کو حضور ﷺ یا کسی اور کے نام کی مروجہ قرآن خوانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۱۲......ربیع الاول کے کھانے اور سبیلیں: بعض لوگ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور شکرانے یا آپ ﷺ کے ایصالِ ثواب کے طور پر ۱۲ ربیع الاول کو کھانے پکا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں ،گلی محلوں میں سبیلیں لگا کر پانی اور شربت پلاتے ہیں،ان دونوں چیزوں کا بھی ۱۲ ربیع الاول سے کوئی شرعی تعلق اور واسطہ نہیں،اوران چیزوں کو ۱۲ ربیع الاول کی تخصیص کے ساتھ انجام دینا کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں

جہاں تک آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی یا آپ ﷺ کا ایصالِ ثواب کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے ساری زندگی اور سارا سال موجود ہے، شرعی اصول وقواعد کے مطابق ایصالِ ثواب بھی کرنا چاہئے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوش بھی ہونا چاہئے، جو ایک سچے مسلمان کے دل میں ہوتی اور اس کے اعمال سے آپ ﷺ کی اتباع واطاعت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولوی طارق محمود/مولوی سعید افضل

ماہِ ربیع الاول: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۱۰ھ**: میں حذیفہ بن احوص قیسی اندلس کا والی مقرر ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات وخلافت کے بعد جو لوگ بھی تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، ان کے مجموعی طرزِ عمل سے پرانی عصبیتیں (ایک علاقے، قبیلہ خاندان اور نسبت کے لوگوں کا محض ان نسبتوں کی بنیاد پر اپنے حریف دوسرے گروہوں کو ہمہ وقت نیچا کرنے کی تگ ودو میں لگے رہنا) پھر سے برسرِ عام ہوئیں، ان وقتوں میں جماعتی وقومی عصبیتوں سے حکومت کا متاثر ہونا عام تھا، چنانچہ مرکز اسلام کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک مقبوضہ کی طرح اندلس میں بھی ہر گروہ وجماعت اپنے ہمنوا کو برسرِ اقتدار لانے اور حریف کو عزل کا پروانہ تھمادینے بے کار کوششوں میں لگا رہتا، حتیٰ کہ اہلِ اندلس مسلمانوں کی توجہ حقیقی دشمنوں یہود ونصاریٰ سے ہٹ کر عصبیت کی کشمکش اور سیاسی ہیجان واضطراب کی طرف مبذول ہو کر رہ گئی، اسی کا نتیجہ تھا کہ حذیفہ بن احوص قیسی جو ربیع الاول ۱۱۰ھ میں اندلس کا والی مقرر ہوا، اور اس نے آتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی اور ایک نئے شہر مقوقشہ کے فتح کرنے میں کامیاب ہوا مگر اسی سال شعبان ۱۱۰ھ میں ہی عصبیت کا نشانہ بنتے ہوئے معزول ہو گیا (الکامل ج۴ص ۳۸۳، تاریخ اندلس ص ۱۴۹، تاریخِ ملت ج۱ص ۷۴۳)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۳۱ھ**: میں نصر بن سیار فوت ہوا، نصر بن سیار اموی حکومت کی طرف سے خراسان کا والی مقرر تھا اور عربی قبیلہ بنو مضر کا منتخب سردار بھی تھا، اس طرح دیگر عربی قبائل کے سردار بھی قدیم ترتیب کے مطابق تھے، لیکن آپس کے اتحاد سے محروم تھے، عصبیت ودیگر ان وجوہات کے مرتکب تھے جس سے افتراق وانتشار جنگ وجدال کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی دوران عباسی تحریک کی داغ بیل ڈالنے کے محرکِ اعظم ابوابراہیم محمد بن علی سجاد نے اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے خراسان میں ایک ذہین سیاست دان، شاطر اور جری شخص ابومسلم خراسانی کو اپنے زیرِ ہدایت کام کرنے کے لئے مقرر کیا، جس کی روز بروز بڑھتی ہوئی کوششوں سے خفیہ طور پر کثرت سے لوگ عباسی تحریک میں شمولیت کے لئے ابومسلم کے زیرِ علم آنے لگے، ابومسلم کے عزائم میں بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کا خاتمہ بھی تھا جب یہ خبر قبائل کے سرداروں تک جا پہنچی، سردارانِ قبائل اپنے اپنے طور پر ابومسلم کی بڑھتی ہوئی کامیابی سے فکرمند تھے

ہی، اس راز کے افشا کے بعد چند لوگوں کی کوششوں سے تمام قبائل میں اتحاد و مصالحت ہوگئی جو ابومسلم کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں پر کاری ضرب تھی، ابومسلم نے اپنی سیاسی شاطرانہ چالوں کے ساتھ قبائل کی سابقہ عداوتوں کو ہوا دے کر اتحاد و یک جائی کو پھر سے تلوار کی نوک پر لا کھڑا کیا، اور دیگر قبائل کی حمایت میں نصر بن سیار سے جنگ کی، نصر کو شکست ہوئی، اور نصر خراسان چھوڑ کر بھاگ گیا، مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے بیمار ہوکر ربیع الاول ١٣١ھ میں فوت ہوگیا (البدایہ والنہایہ ١٣١ھ، تاریخِ ملت ج ١ ص ٧٥٢،٢/١٤ و فیہ ١٣٠ھ)

□...... **ماہِ ربیع الاول ١٣٢ھ**: میں ابوالعباس عبداللہ سفاح نے قوتِ بازو کے زور پر پہلے عباسی حاکم و بادشاہ کی حیثیت سے کھلے عام لوگوں سے بیعت لی، تحریکِ عباسیہ پس پردہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے خلیفہ راشد کے دور میں ابوابراہیم محمد بن علی سجاد کی سرکردگی میں خفیہ طور پر شروع ہوئی تھی اور تقریباً ستائیس سال تک یعنی مروان بن محمد بن مروان کے شروع دور تک خفیہ طور پر کام کرتی رہی، حکومتِ وقت کے ہاتھ لگنے پر پھانسی، سرقلم، ناک کٹوانا اور قید و بند کی مختلف صعوبتیں جھیلنے پر تحریک کے افراد میں لازمی طور پر جذبات کا ابھار اور نئے افراد کے لئے نتیجۃً حکومتِ وقت سے پنجہ آزمائی کے عزائم پیدا ہونے لگے، تا آنکہ عظیم جمعیت کے ساتھ براہِ راست حکومت سے ٹکر لینے کا تجربہ ہوجانے پر ابو ابراہیم کی وفات کے بعد تحریکِ عباسیہ کے متفقہ قائد عبداللہ سفاح نے کوفہ کی جامع مسجد میں کھلے عام اس قدر لوگوں سے بیعت لی کہ صبح سے رات تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا (الکامل ج ٥ ص ٦٥)

□...... **ماہِ ربیع الاول ١٣٧ھ**: میں جنگ نصیبین ہوئی (تقویم تاریخی ص ٢٥) حکومتِ عباسیہ کے پہلے نامزد حاکم السفاح کے انتقال کے بعد جب ابوجعفر منصور ولی عہد ہونے کی وجہ سے خلیفہ مقرر ہوا تو ابوالعباس سفاح کے مقرر کردہ شام کی طرف کے فوجی کمانڈر عبداللہ بن علی العباسی نے اپنی فوج اور علاقے کے امراء و سرداروں کو اکٹھا کر کے السفاح کے مرنے کی خبر بھی سنائی اور بتایا کہ سفاح نے مجھے (اموی حکومت کے آخری) حاکم و صدر مروان بن محمد بن مروان کی کمر توڑنے کے لئے بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم کامیاب ہوجاؤ گے تو میرے بعد حکومت تمہارے سپرد ہوگی، اس بات کی گواہی چند سرداروں نے بھی دے دی، تو حاضرین تمام لوگوں نے عبداللہ بن علی العباسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس کی حکومت کو تسلیم کرلیا، عبداللہ ان لوگوں کے ساتھ چھوٹے علاقوں کو زیرِ نگیں کرتا ہوا حرّان پہنچا، چالیس یوم کے محاصرے کے بعد حران پر اس کا قبضہ ہوا، ابوجعفر منصور نے عبداللہ کی بغاوت و سرزنش کو کچلنے کے لئے ابومسلم خراسانی کو روانہ کیا، دونوں لشکر نصیبین کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے، دونوں میں پندرہ ماہ تک موقعہ بموقعہ زبردست

معرکے ہوئے بالآخر ابومسلم اپنی سابقہ شاطرانہ ومجرب چالوں اور جنگی تخریب کاریوں کے باعث یہ معرکہ جیت گیا، اور عبداللہ بن علی کو شکست کا سامنا ہوا، میدانِ جنگ ہاتھ آجانے کے بعد ابومسلم نے شامیوں کے حق میں امن عام کا اعلان کر دیا (البدایہ والنہایہ وفیہ ربیع الآخر من السنۃ) (سعید افضل)

❏......**ماہِ ربیع الاول ۱۵۵ھ**: میں یزید بن حاتم اور ابوحاتم الخارجی کے درمیان شدید لڑائی ہوئی، عباسی خلیفہ منصور کو جب اس کی اطلاع ملی کہ افریقہ میں عمر بن حفص خارجی کا ظہور ہوا ہے، تو خلیفہ منصور نے یزید بن حاتم کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا، یزید کو جب اطلاع ملی کہ ابوحاتم خارجی نے نفوسہ کے پہاڑوں میں پناہ لی، تو اس نے ایک لشکر اس کی طرف بھیجا، لیکن اس لشکر کو شکست ہوئی، تو یزید خود اپنی فوج لے کر اس کے مقابلے کے لئے نکلا، اور گھمسان کا رَن پڑا، جس میں ابوحاتم کے حامی بربریوں کو شکست ہوئی، اور ابوحاتم الخارجی بھی اس لڑائی میں قتل ہوا (الکامل ج ۵ ص ۱۹۷)

❏......**ماہِ ربیع الاول ۱۶۵ھ**: میں ھارون الرشید نے روم پر چڑھائی کی (تقویمِ تاریخی ص ۴۲) مہدی نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے بیٹے کو اپنے امیر اور حاجب ربیع کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ فوج دے کر رومیوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا، ھارون برابر رومیوں کو شکست دیتا ہوا اور قتل کرتا ہوا اور ان کے شہروں کو غارت کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا، اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر ایک عورت غسطہ حکمران تھی جو قیصر الیوک کی بیگم تھی اور اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکومت کر رہی تھی، اس نے ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کر کے رومیوں کی طرف سے صلح کر لی، اور یہ شرط بھی قبول کر لی کہ قسطنطنیہ کے بازار میں مسلمانوں کی آمد ورفت اور خرید وفروخت کی ممانعت نہیں کی جائے گی (تاریخِ اسلام ج ۲ ص ۳۱۹ از اکبر شاہ خان صاحب)

❏......**ماہِ ربیع الاول ۱۶۷ھ**: میں عباسی خلیفہ مہدی نے مسجد الحرام مکۃ المکرّمہ کی توسیع کرائی (تقویمِ تاریخی ص ۴۲) اس نے ۱۶۰ھ میں بھی تھوڑی توسیع کرائی تھی، ۱۶۷ھ میں اس نے قرب وجوار کے بہت سے مکانات خرید کر منہدم کروا دیئے، اسی طرح صفا اور وادی کے درمیان جتنے مکانات تھے سب خرید کر منہدم کروا دیئے، باب بنی سہم سے اس نے توسیع کرائی کیونکہ یہ سمت اونچی تھی (تاریخ المکۃ المکرّمہ ج ۲ ص ۳۰۵)

❏......**ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ**: میں عباسی خلیفہ موسیٰ ھادی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۳) وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی، عالمِ اسلام پر اس وقت عباسیوں کا دورِ حکومت تھا، موسیٰ ھادی کی مدتِ حکومت ایک سال تین مہینے تھی، عیسیٰ آباد کے ایک باغ میں ان کو دفن کیا گیا، موسیٰ ھادی

Idara Ghufran

بیدار مغز، غیور، فیاض، بہادر اور سخت گیر حاکم تھا، اس نے اپنے دورِ حکومت میں دین واسلام کے باغی ملحدوں اور زندیقوں کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا، خاص طور پر مانی مذہب کی تو بہت سرکوبی کی، اگر یہ کچھ دنوں اور زندہ رہ جاتا تو اس مذہب کا نام ونشان ہی باقی باقی نہ رہتا (مانی ایک ایرانی النسل شخص تھا زمانہ اسلام سے کئی سو سال پہلے فارس کی سلطنت میں ایک نئے نظریے کا علمبردار بن کر یہ اٹھ کھڑا ہوا بہت لوگ اس کے ساتھ ہوگئے، اس کے عجیب وغریب نظریات میں سے سب سے خطرناک اور تباہ کن نظریہ یہ تھا کہ انسانی نسل جب تک باقی رہے گی دنیا میں شر پھیلتا رہے گا، اور ظلمت کا نور سے التباس ہوتا رہے گا اس لئے وہ تجرد کی دعوت دیتا تھا، نکاح اور مرد وعورت کے ملاپ سے منع کرتا تھا تاکہ انسانی نسل کا سلسلہ آگے نہ چلے، یہ بہرام گور کا زمانہ تھا، بہرام گور نے اس کے تباہ کن نظریات اور سرعام اس کا پرچار کرنے پر اسے یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ یہ شخص دنیا کی تباہی کی دعوت دیتا ہے، لیکن اس کے نظریات کے اثرات کسی نہ کسی درجہ میں بہت عرصے تک لوگوں میں رہے ''ماخوز از انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر از مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ'') (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ثم دخلت سنۃ سبعین ومائۃ من الہجرۃ النبویہ، وھذا ذکر شئی من ترجمۃ الہادی، الکامل ج ۵ ص ۲۷۲، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۵۸، تاریخِ اسلام ج ۳ ص ۱۱۰، از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ**: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید کے ہاں مامون کی ولادت ہوئی، خلیفہ ھارون کے بعد اس کا بیٹا امین خلیفہ بنا، اور اس کے بعد مامون خلیفہ بنا (المنتظم ج ۸ ص ۳۲۸)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ**: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید خلیفہ بنا (تقویمِ تاریخی ص ۴۳) ھارون الرشید دراصل خلیفہ موسیٰ ھادی کے بعد حکومت کے تخت پر بیٹھا، خلافت کے وقت اس کی عمر ۲۲ سال تھی، ھارون کا دورِ حکومت خلافتِ عباسیہ کا زرّیں دور تھا، دولتِ عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی، ہر حیثیت سے کمال تک پہنچ گئی تھی، اسی طرح ھارون کی سلطنت کا رقبہ بھی بڑا وسیع تھا، اور دنیا کے بڑے حصے سے شرعی خراج آتا تھا، اپنے دورِ حکومت میں ھارون نے عدل وانصاف کی فراہمی اور رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ثم دخلت سنۃ سبعین ومائۃ من الہجرۃ النبویہ، خلافۃ ھارون الرشید من الہادی، الکامل ج ۵ ص ۲۷۲، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۵۸، تاریخِ اسلام ج ۳ ص ۱۱۲ تا ۱۳۷، از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□...... **ماہِ ربیع الاول ۱۷۴ھ**: میں حضرت عبداللہ بن لہیعۃ بن عقبہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ۹۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، مشرع بن ھاعان سے روایت کرتے ہیں، آپ مصر کے قاضی بھی رہے ہیں،

Idara Ghufran

آپ سے حضرت لیث اور حضرت مبارک رحمہما اللہ وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں (المنتظم ج۹ ص۴)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۷۶ھ**: میں مشہور محدث حضرت ابوعوانۃ الوضاح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ یزید بن عطاالیشکری کے غلام تھے، آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۲۶۹)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۷۷ھ**: میں حضرت قاضی شریک رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۴۵) آپ ابواسحاق رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور احکام وقوانین کو نافذ کرانے میں بہت مشہور تھے، ہفتہ کے دن وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ثم دخلت سنۃ سبع وسبعین ومائۃ میں وفات ماہِ ذیقعدہ میں لکھی ہے)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۷۹ھ**: میں امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۹۴ھ میں ہوئی، آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ۱۳ برس چھوٹے تھے، طلبِ علم سے پہلے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ خاص اہمیت رکھتے ہیں، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ مالکی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، آپ کی تصانیف میں کتاب المؤطا بہت مشہور ہوئی، آپ نے تقریباً دس ہزار احادیث سے انتخاب کرکے مؤطا کو مرتب کیا، آپ زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہوگئے تھے، ۲۲ دن بیمار رہے اور ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ ہفتہ کے دن انتقال فرمایا اور مدینہ منورہ کے مشہور ومقبول قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۲۷۲، المنتظم ج۹ ص ۴۵، سیرت ائمہ اربعہ ص ۹۸ تا ۱۴۰)

□......**ماہِ ربیع الاول ۱۸۲ھ**: میں حضرت امام قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا شمار دنیائے علم کے عظیم فقہاء، محدثین، قاضیوں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہی تعلیم پائی، آپ کے والد کا سایہ جلد ہی آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا، اسی بناء پر آپ کی والدہ آپ کو دھوبی کے پاس لے گئیں، تاکہ آپ یہ پیشہ سیکھ کر گھر کی تنگدستی کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں، راستے میں آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں بھی جانا شروع کردیا، سبق میں شمولیت کی پابندی کا اتنا اہتمام تھا کہ عام حالات میں غیر حاضری تو درکنار اپنے سگے بیٹے کی وفات پر بھی کفن دفن کی ذمہ داری رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے سپرد کرکے خود سبق میں شریک رہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ حافظہ اور حاضر دماغی کی دولت سے خوب نوازا تھا، مشہور مؤرخ ومحدث ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابویوسف بہت بڑے عالم بہت بڑے حافظ الحدیث تھے، آپ ھارون الرشید کے دور میں

ساری اسلامی دنیا کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، ممالکِ اسلامیہ خصوصاً مشرقی ممالک خراسان، ماوراء النہر وغیرہ میں عہدہ قضا کے لئے آپ ہی قاضی نامزد و مقرر تھے، اس طرح فقہ حنفی کی ان سب ممالک میں ترویج و اشاعت ہوئی، عبادت کا یہ عالم تھا کہ قاضی کا عہدہ اور اس کی مصروفیات کے باوجود روزانہ ۱۰۰ رکعت نوافل پڑھتے تھے' ان کی علمی شخصیت کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ التبلیغ جلد ا شمارہ ۵'' (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۸۴، المنتظم ج ۹ ص ۸۰)

☐...... **ماہ ربیع الاول ۱۸۴ھ**: میں عبداللہ بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام ابو حازم، ھشام بن عروہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، ۷۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی، اور خلیفہ ھارون الرشید کے بیٹے مامون نے نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم ج ۹ ص ۹۸)

☐...... **ماہ ربیع الاول ۱۸۶ھ**: میں حضرت عبداللہ بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکامل ج ۵ ص ۳۲۶)

☐...... **ماہ ربیع الاول ۱۸۷ھ**: میں مختلف اسباب کی وجہ سے خلیفہ ھارون الرشید کو برامکہ خاندان سے بدظن کیا گیا، یہاں تک کہ ھارون الرشید نے جعفر برمکی کو قتل کرادیا، اور یحییٰ اور فضل کو قید کردیا، خاندانِ برامکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا، ان کے محلات، باغات، جائیدادیں، نقد و جنس غرض سب کچھ ضبط کرلیا گیا، یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹے نے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ اور ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں انتقال کیا (تقویمِ تاریخی ص ۴۷، تاریخِ اسلام ج ۳ ص ۱۲۸)

☐...... **ماہ ربیع الاول ۱۹۵ھ**: میں بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عباسی خلیفہ ھارون الرشید کے زمانے میں مدینہ کے والی تھے، ھارون الرشید آپ کی بہت عزت کرتا تھا (المنتظم ج ۱۰ ص ۱۶، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ثم دخلت سنۃ خمس وسبعین ومائۃ)

☐...... **ماہ ربیع الاول ۱۹۵ھ**: میں حضرت محمد بن خازم ابومعاویہ التمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی، ولادت کے ۴ سال بعد آپ نابینا ہوگئے تھے، ۲۰ سال تک امام اعمش کی شاگردی اختیار کی، علمی مرتبہ میں آپ امام سفیان ثوری اور امام شعبہ رحمہما اللہ سے بھی اونچے تھے، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، بعض حضرات نے آپ کی وفات ماہِ صفر کے آخر میں بیان کی ہے (المنتظم ج ۱۰ ص ۲۲) (طارق محمود)

مقالات ومضامین
مفتی محمد رضوان

"حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (آٹھویں و آخری قسط)

❁ ......حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر اسلام آباد میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کے قیام کے دوران رات کے کھانے پر بندہ سمیت بعض دیگر حضرات بھی مدعو تھے، جنہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔

کھانا کھانے کے دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہلکی پُھلکی گفتگو جاری رکھی، جس میں خاص طور پر کھانے کے آداب شامل تھے، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ اس بات کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ کھانا کھانے والے موجود نہ ہوں اور دسترخوان اور کھانے کی اشیاء پہلے ہی لگادی جائیں آپ فرماتے تھے کہ انسان کا مربّی اور پیر تو دراصل شیخِ باطن (یعنی باطن کا شیخ) ہے اور کھانا شیخِ بطن (یعنی پیٹ کا شیخ) ہے اور شریعت نے شیخِ بطن یعنی کھانے کے لئے کھانے سے پہلے اور کھانے کو چھونے کے لئے ہاتھ دھونے کی تعلیم دی ہے مگر شیخِ باطن یعنی اپنے پیر و مربی سے ملاقات و مصافحہ کے لئے ہاتھ دھونے کی تعلیم نہیں دی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعتبار سے شیخِ بطن (یعنی کھانے) کا درجہ، شیخِ باطن یعنی پیر سے بھی زیادہ ہے، مگر ہم لوگ کھانے کے درجہ اور اس کی قدر کو نہیں پہچانتے، اسی لئے کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ کھانا انسان کا انتظار نہ کرے بلکہ انسان کھانے کا انتظار کرے اور کھانا پہلے لگادیا جائے مگر کھانے والے موجود نہ ہوں تو کھانا انسان کا انتظار کرتا ہے جو کہ مناسب نہیں، اسی طرح کھانے سے فراغت پانے پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ دسترخوان بچھا ہوا چھوڑ کر کھڑا ہو جانا بھی ادب کے خلاف ہے، پہلے دسترخوان اور برتن اٹھنا چاہئیں اور اس کے بعد کھانے والے کو اُٹھ کر جانا چاہئے۔ دورانِ گفتگو ایک صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ایک باریک مسئلہ معلوم کیا، جس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے کے دوران ایسی باریک بات کرنا جس سے دماغ پر بوجھ پڑے اور کھانے کی طرف سے توجہ ہٹ جائے مناسب نہیں، دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح کھانے کے دوران طبیعت میں کراہیت پیدا کرنے والی باتوں سے بھی بچنا چاہئے۔

کھانے کے اختتامی مراحل پر آپ نے کھانے کی جو عام اور مشہور دعا ہے وہ پڑھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''**ترجمہ:**''تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے پینے کی نعمت پر شکر کرنے کی تو ظاہری وجہ سب کو سمجھ آتی ہے کہ کھانے پینے کا موقعہ ہے لیکن کھانے پینے کے ساتھ مسلمان ہونے کی نعمت پر شکر کرنے کی وجہ ہر ایک کو سمجھ نہیں آتی کیونکہ مسلمان ہونے کی نعمت تو پہلے سے حاصل ہے تو کھانے کے موقعہ پر مسلمان ہونے کی نعمت پر شکر کرنے کے کیا معنیٰ ؟ پھر فرمایا کہ یہی سوال حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ ایک عامی شخص نے کیا تھا جبکہ اس مجلس میں علماء بھی موجود تھے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس سوال سے بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ سوال تو علماء کو کرنا چاہئے تھا، یہ سوال علماء کے کرنے کا تھا مگر آپ نے کیا جس پر مجھے خوشی ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو کہ وقتی ہیں یعنی وقت کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ظاہر میں محسوس ہوتی ہیں جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ دوسری وہ نعمتیں ہیں جو ہر وقت ساتھ میں ہیں اور ہر وقت حاصل رہنے اور درمیان میں وقفہ نہ آنے کی وجہ سے بظاہر محسوس نہیں ہوتیں، ان میں سب سے عظیم نعمت ایمان واسلام کی نعمت ہے جو ہر وقت ہمیں حاصل ہے مگر ہماری اس عظیم نعمت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو کھانے پینے کی چھوٹی اور ظاہری نیز وقتی نعمت کے وقت بڑی اور دائمی نعمت پر شکر کی تعلیم دی گئی، تاکہ اس عظیم نعمت پر بھی شکر کی توفیق ہوجائے اور کھانے پینے کی نعمت تو سب کو ہی حاصل ہے، کافر انسان تو کیا جانور بھی کھاتے پیتے ہیں مگر مسلمان کا کھانا پینا ایک امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی اسلام وایمان کی وجہ سے یہ کھانا پینا عبادت بنتا ہے، اس دعا میں بتلا دیا گیا کہ انسان دنیا کے اندر کھانے پینے کے لئے نہیں آیا بلکہ کسی اور مقصد کے لئے آیا ہے اگر وہ مقصد حاصل ہے تو کھانا پینا فائدہ مند ہے اور اگر وہ مقصد حاصل نہیں تو کھانا پینا بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔ اور اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سی دیگر نصیحتیں بھی فرمائیں۔

❁ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہر چیز کی طرف نظر رکھا کرتے تھے اور بیدار مغزی کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک چیز میں مصروف ہونے کی صورت میں دوسری چیزوں سے غافل نہیں ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پاکستان **(بقیہ صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں)**

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور عظیم جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ ۷ محرم ۱۴۲۷ھ کی شام ہندوستان کے دارالحکومت ''دہلی'' میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر اسی برس تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون.

آپ اپنے والد ماجد، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی عادات واطوار اور ان کے اخلاق وافکار کے زندہ نمونہ تھے۔

ولادت باسعادت

یہ قدرت کی طرف سے عجیب اتفاق تھا کہ جس سال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ برصغیر کی عظیم درسگاہ بلکہ مادرِعلمی دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کی صدارت پر فائز ہوئے، اسی سال ۴ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ، ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعۃ المبارک بمقام دیوبند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

تربیت وتعلیم

آپ کا بچپن اور بچپن کے زمانہ کی پرورش وتربیت ایک عظیم الشان دینی گھرانہ میں ہوئی۔ آپ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی گود میں بیٹھنا، لیٹنا نصیب ہوا، جس کی بدولت آپ کے دل ودماغ میں بچپن ہی سے دینی روح کا نور منتقل ہونا اور بیٹھنا شروع ہوگیا۔ جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالا تو آپ نے حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمہ اللہ (جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے خادمِ خاص بھی تھے) سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے لیے داخل ہوئے، یہاں تک کہ ۱۳۶۵ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

تدریس

۲۸ شوال ۱۳۷۰ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات پر فائز ہوئے ۱۳۸۲ھ تک ۱۲ سال آپ

نے درسِ نظامی کی ابتدائی اور متوسط کتابوں کی تدریس فرمائی۔

جمعیت علمائے ہند سے وابستگی

اس کے بعد آپ نے جمعیت علمائے ہند سے اپنا عملی رشتہ جوڑ لیا، اور مختلف عہدوں سے گزرتے ہوئے بالآخر اگست ۱۹۷۳ء میں آپ کو جمعیت علمائے ہند کا صدر منتخب کیا گیا جس پر آپ آخری حیات تک جلوہ افروز رہے۔ ایک سے زیادہ مرتبہ ۱۹۶۸ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک آپ مختلف اوقات میں ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا کے رکن بھی رہے۔

چند اوصاف وکمالات

آپ نہ صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے عظیم خلفاؤں میں شامل تھے بلکہ اسی کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے خلفائے کرام نے اجتماعی طور پر آپ کو اجازتِ بیعت عنایت فرمائی تھی، اسی لیے شریعت کی پابندی اور تقوے کی صفت میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے، مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> اس ناکارہ کو حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ سفر وحضر اور جلوت وخلوت میں ساتھ رہنے کا الحمدللہ بہت موقع ملا، متعدد مرتبہ سفرِ حج میں بھی معیت نصیب ہوئی، اور ۱۹۸۸ء میں میرٹھ کے ایکسیڈنٹ کے بعد جب آپ ہسپتال میں رہے تو مکمل چار مہینہ مسلسل حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بلاشبہ یہ ایام احقر کی زندگی کے نہایت قیمتی لمحات تھے۔ احقر نے دیکھا کہ ہاتھ اور کولہے کی ہڈی میں فریکچر ہونے کی وجہ سے تقریباً دو مہینہ مکمل صاحبِ فراش رہے، مگر اس حالت میں بھی ہسپتال میں نماز باجماعت ادا فرماتے تھے، آپ نے اپنا بیڈ قبلہ رخ کروایا تھا ہم خدام اردگرد کھڑے ہو جاتے اور آپ جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا فرماتے تھے، اسی طرح اس حالت میں بھی تہجد کی نماز فوت نہ ہونے دیتے، تہجد کے وقت احقر کو آواز دیتے، احقر تیمّم کراتا اور آپ نماز میں مشغول ہو جاتے، علالت کے دوران خالی وقت میں احقر مکتوبات شیخ الاسلام سناتا اور حضرت مشکل مقامات کی تشریح فرماتے، جس سے آپ کی علمی استعداد اور معارف وحقائق پر گہری نظر کا پتہ چلتا تھا۔ کبھی احقر اعرابی غلطی کرتا تو اس کی بھی تصحیح فرماتے۔ راقم الحروف نے بار بار محسوس کیا کہ آپ کا ذکر قلبی

اور پاس انفاس (سانس کے ساتھ ذکر) بے اختیار جاری رہتا تھا‘‘ (ماہنامہ ندائے شاہی ص ۱۷، مراد آباد۔انڈیا صفر ۱۴۲۷ھ، مارچ ۲۰۰۶ء)

آپ نے اپنی زندگی کے شب وروز میں خصوصاً ہندوستان اور عموماً پورے عالم میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے مختلف جہات سے خدمات سرانجام دیں، اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے مختلف ملکوں کے دورے فرمائے۔

بظاہر تو آپ جمعیت علمائے ہند سے عملی طور پر وابستہ تھے اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کے لئے دن ورات سعی فرما رہے تھے، لیکن اسی کے ساتھ آپ کے ذریعہ سے رشدوہدایت کا سلسلہ بھی جاری وساری تھا، اس پرفتن دور میں کسی عالمِ دین کا سیاست میں قدم رکھ لینا تو کوئی کمال کی بات نہیں جتنے کمال کی بات یہ ہے کہ اس دور کی گندی اور جھوٹ وفریب سے بھری سیاست میں قدم رکھنے کے بعد ان گندگیوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، دینی و مذہبی حدود کی حفاظت رکھنا، ان پر آنچ نہ آنے دینا، اور شرعی احکامات کی پابندی کرنا۔

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم آپ کے طرزِ عمل کے بارے میں لکھتے ہیں:......

’’دنیا میں ایسے انسان بہت ملتے ہیں کہ عبادت وریاضت کی لائن میں یکسو ہیں، ملی اور سیاسی سرگرمیوں سے ان کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں پڑتا، اسی طرح ایسے لوگ بھی بے شمار ملیں گے جن کا تعلق صرف سیاسی سرگرمیوں سے ہوتا ہے لیکن ایسے انسان پورے عالم میں خال خال ملتے ہیں جو بیک وقت عبادت وریاضت میں سابق بالخیرات کے مصداق بنے رہیں، اور ملی سرگرمیوں میں ومنہم مقتصد کے مصداق بنے رہیں، احقر نے حضرت کو قریب سے دیکھا کہ سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی اسفار کے دوران نماز باجماعت اور نمازوں میں مسنون قراءت کی پابندی اور چلتے سفر میں تہجد کی پابندی اور ذکر و معمولات کی پابندی میں کسی قسم کی کمی آنے نہیں دیتے تھے‘‘ (ماہنامہ ندائے شاہی ص ۶۲، مراد آباد۔انڈیا صفر ۱۴۲۷ھ، مارچ ۲۰۰۶ء)

اسی طرح اس دور میں سیاسی تحریکات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تخریبی کاروائیوں اور تشدد کے واقعات اور اس جیسی دوسری حرکات پر سیاسی میدان میں قابو رکھنا بہت مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے، مگر حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ کا اس سلسلہ میں کیا طرز عمل تھا اس کا مختصر نقشہ مولانا مفتی محمد سلمان

منصور پوری صاحب دامت برکاتہم نے یوں کھینچا ہے:.......

''آپ اس ملک میں کسی طرح کی بھی تخریبی کارروائی کے شدید مخالف تھے، بالخصوص مدارس اور دینی جماعتوں کو اس بارے میں نہایت سخت الفاظ میں متنبہ فرماتے رہتے تھے۔ بعض لوگوں کو آپ کی یہ شدت بری بھی لگتی تھی، لیکن پیش آمدہ واقعات نے آپ کی تشویش کو سچ کر دکھایا، اور آپ کی اسی تلقین کا اثر تھا کہ مدارس ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے محفوظ رہے اور ایڈوانی جیسا فرقہ پرست لیڈر بحثیت وزیرِ داخلہ پارلیمنٹ میں یہ بیان دینے پر مجبور ہوا کہ ملک کا کوئی مدرسہ دہشت گردی میں ملوث نہیں پایا گیا'' (ماخوذ از ندائے شاہی مراد آباد ص ۱۶، صفر ۱۴۲۷ھ، مارچ ۲۰۰۶ء)

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہٗ لکھتے ہیں:.......

''اتر پردیش میں جب گپتا حکومت نے مساجد اور مدارس پر ایسی پابندیاں لگائی تھیں جس سے حکومت کی اجازت کے بغیر آئندہ نہ کوئی مسجد بن سکتی تھی اور نہ کوئی مدرسہ، تو حضرت والا کی قیادت میں رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں سیاسی، غیر سیاسی دس گیارہ لاکھ کا مجمع جمع ہو گیا اور حکومت کو وہ قانون ٹھنڈے بستہ میں ڈالنا پڑا۔ اسی طرح بی جے پی کے دور حکومت میں قرآن کریم کی سورۃ توبہ کی آیتوں کی ترمیم کا شوشہ چھوڑا گیا تھا تو آپ کی قیادت میں ہر صوبہ اور ہر ضلع میں احتجاج ہوا اور قرآن کریم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو خاموش ہونا پڑ گیا''

(ماہنامہ ندائے شاہی ص ۶۳، مراد آباد۔ انڈیا صفر ۱۴۲۷ھ، مارچ ۲۰۰۶ء)

ہمارے ملک پاکستان میں حکومت کی طرف سے دینی مدارس پر دہشت گردی اور اس جیسے دوسرے تخریبی الزامات کا جو سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری ہوتا ہے، ایسے حالات میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے سنجیدہ اور مؤثر طرزِ عمل سے کافی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، ان کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی خدمات کو قبول فرمائیں۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ملا محمد ایاز بن محمد نیاز خان صاحب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی دو اہلیہ محترمہ تھیں۔ دونوں کو حضرت نے علیٰحدہ علیٰحدہ مکانات فراہم کئے ہوئے تھے،اور حضرت رحمہ اللہ نے اپنی دونوں بیویوں کے گھروں کے کام کاج (مثلاً باہر سے سودا سلف وغیرہ لانے) کے لئے الگ الگ خادم مقرر کئے ہوئے تھے،حضرت رحمہ اللہ کی بڑی اہلیہ صاحبہ کے گھر کے کام کاج جن صاحب کے ذمہ تھا ان کا نام ملا محمد نیاز خان تھا،اور دوسرے گھر کے لئے جن صاحب کے ذمہ خدمت تھی ان کا نام ملا محمد سلیمان تھا،اور یہ دونوں افراد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خادمِ خاص بھی تھے۔

ملا محمد نیاز خان صاحب مرحوم بچپن میں دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے اوران کے والد صاحب اپنے علاقہ ''بڑاڈہ'' میں کاشتکاری کیا کرتے تھے والد صاحب ان کی تعلیم پر راضی نہ تھے،بہرحال ملا محمد نیاز خان صاحب مرحوم اپنی تعلیم کا شوق پورا کرنے کے لئے کسی طرح سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں قصبہ گنگوہ پہنچ گئے،حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ کے آنے کا مقصد معلوم کیا،جس کے جواب میں ملا محمد نیاز خان مرحوم نے اپنا مقصد بیان کیا،حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی اس زمانہ میں نظر کمزور ہوگئی تھی،حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں پر چھوٹے طلبہ کے داخلہ کا انتظام نہیں،اس لئے تم تھانہ بھون قصبہ میں جا کر مولانا اشرف علی صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لے لو۔

ملا محمد نیاز خان صاحب مرحوم اسی وقت تھانہ بھون کے لئے روانہ ہوگئے،اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مدرسہ وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں عصر کے بعد پہنچے،حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس وقت مدرسہ میں واقع حوض کی ٹپی ہوئی چھت پر چہل قدمی فرما رہے تھے،ملا محمد نیاز خان صاحب مرحوم نے حاضرِ خدمت ہوکر سلام عرض کیا،حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب کے بعد معلوم فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو،ملا نیاز خان صاحب نے عرض کیا کہ موضع بڑاڈہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں،پہلے حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا،حضرت گنگوہی نے آپ کے پاس بھیجا ہے،حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کو مولانا شبیر علی صاحب تھانوی (جو کہ مدرسہ ھذا کے مہتمم تھے) کے

پاس داخلے کے لئے بھیج دیا اور یہاں مدرسہ میں آپ کا داخلہ ہوگیا، بس اسی وقت سے ملامحمد نیاز خان صاحب مرحوم کا حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے تعلق قائم ہوگیا اور وہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں آخر تک رہے، قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد ملامحمد نیاز خان مرحوم ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے اور مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ (بانی جامعہ اشرفیہ) کی خواہش پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں قیام کیا، یہاں سے ایک زمانہ میں ملامحمد نیاز خان صاحب مرحوم اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کی غرض سے ہندوستان تشریف لے گئے۔ ہندوستان کے قصبہ جھنجانہ میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں مقیم تھے کہ آپ کا وہاں انتقال ہوگیا، اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے شیخ ومرشد حضرت میاں جی نورمحمد جھنجانوی صاحب رحمہ اللہ کے قبرستان میں دفن کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ملامحمد نیاز خان صاحب کو پہلے ہی ملانیاز خان صاحب کے بیٹے کے نام کے متعلق پیشینگوئی فرمادی تھی کہ نیاز کے وزن پر ایاز ہے، پھراس کے بعد اس کا وزن پیاز ہے اورنہیں، نتیجتاً ملانیاز کے ہاں ایاز خان کے علاوہ اورکوئی بیٹا پیدا نہ ہوا، ملانیاز خان صاحب مرحوم کے اوربھی کئی مزاحیہ واقعات ہیں جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ہاں پیش آئے (ماخوذ بتغیر از ماہنامہ الصیانۃ لاہور ص۵۳، ۵۴، صفر۱۴۲۷ھ مارچ2006ء، مضمون حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب دامت برکاتہم)

ملانیاز خان مرحوم موصوف مذکور کے بیٹے ملاایاز خان صاحب عرصہ دراز سے کراچی میں مقیم تھے اورکئی صفات اورکمالات کے مالک تھے۔

پرانی نسبتوں کے حضرات سے آپ کوخصوصی لگاؤ اورتعلق تھا، اوروہ سلسلہ سے تعلق رکھنے والے پرانے حضرات سے کسی نہ کسی درجہ میں میل جول رکھتے اوراس کے نباہنے کی کوشش کیا کرتے تھے، اسی نسبت سے وہ مجھ سے اورمیرے سب بھائیوں سے بہت شفقت ومحبت فرماتے تھے، اوروقتاً فوقتاً خط کے ذریعہ سے اپنے حالات کی اطلاع اورخبرگیری فرماتے رہتے تھے، ان کے جوآخری دوخط موصول ہوئے وہ بندہ کے پاس محفوظ ہیں، ان کوذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ازطرف ایاز خان کراچی۔

محترم حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، فیضان صاحب، عدنان صاحب اورفرقان

صاحب آپ سب حضرات توجہ فرمائیں سب کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔
بعد سلام عرض ہے کہ یہاں پر میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے خیریت سے ہوں اور میری طبیعت پہلے سے بہتر ہے میں نے انڈیا جانے کا ارادہ کیا ہے، جنوری کے پہلے ہفتے میں دہلی، تھانہ بھون اور انڈیا کے ایک دو مقام پر اور بھی جانے کا ارادہ ہے اور دہلی کی جامع مسجد میں بقرعید کی نماز پڑھنے کا بھی ارادہ ہے، انڈیا سے واپسی میں پنڈی آنے کا بھی ارادہ ہے۔ امید ہے کہ سب سے ملاقات بھی ہوجائے گی، راولپنڈی پہنچنے کا دن تاریخ نہیں دے سکتا، میں آپ کے پاس اچانک پہنچوں گا، ہوسکا تو میں لاہور سے ٹیلیفون کر کے بتادوں گا کہ لاہور میں ہوں پنڈی آرہا ہوں، آپ کی طرف سے مجھے ایک کتاب خط اور رسید مل گیا تھا جو آپ کو وصول ہوا ہے، میری طرف سے والدہ صاحبہ کی خدمت میں بھائیوں کی خدمت میں اور تمام جملہ گھر والوں کو میری طرف سے سلام عرض کردینا۔

فقط والسلام ایاز خان 27-12-2005

اس کے بعد ملا محمد ایاز خان صاحب مرحوم کا جو آخری خط وصول ہوا اس کا مضمون یہ تھا:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

ازطرف ایاز خان کراچی

محترم حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، عدنان، فرقان، فیضان صاحب آپ سب لوگ توجہ فرمائیں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔
بعد سلام کے معلوم ہو کہ اس سے پہلے خط کے ذریعے خدمت میں اطلاع دی تھی کہ جنوری کے پہلے ہفتے میں ہندوستان جارہا ہوں، واپسی میں ان شاء اللہ ملاقات کے لئے راولپنڈی آؤں گا۔ جنوری کے پہلے ہفتے میں انڈیا دہلی پہنچ گیا تھا، دہلی میں بقرعید اور جمعہ کی نماز ادا کی اور تین دن ٹھیک رہا اور تمنا تھی کہ تھانہ بھون اور مقامات پر جاتا، میرے والد نیاز خاں مرحوم انڈیا میں قصبہ جھنجانے میں دفن ہیں، وہاں انتقال ہوا تھا۔ میں نے وہاں جھنجانہ میں اپنے رشتہ داروں سے درخواست کی تھی کہ اگر انتقال ہوجائے تو ابا کے برابر میں قبر مل جائے۔ مگر یہ دلی تمنا پوری نہ ہوسکی، دو تین روز کے بعد اچانک طبیعت خراب ہوئی اور تین بیماریوں کا ایک ساتھ

Idara Ghufran

اٹیک ہوا، دل کا اٹیک ہوااور بایاں حصہ معذور ہوگیا تھا اور ساتھ نمونیا بھی، کمر کے حصے اور ٹانگوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، علاج کی غرض سے دہلی کے ہسپتال میں داخل کیا گیا ہوش وحواس نہ تھے، پھر وہاں سے علی گڑھ کے ہسپتال منتقل کر دیا گیا اور پندرہ بیس دن وہاں علاج چلا، اس کے بعد علی گڑھ کے ڈاکٹرز نے فیصلہ دیا کہ اُن کو واپس کراچی بھیج دیا جائے جہاں سے آئے ہیں، پھر میں کراچی آ گیا اور پھر یہاں پہنچ کر ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔

اب علاج ہورہا ہے اور ہسپتال میں داخل ہوں، آپ سب سے دعا کی درخواست ہے۔

میری طرف سے والدہ کی خدمت میں تمام بھائیوں اور انکے بیوی بچوں کی خدمت میں سلام ودعا عرض کر دیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام۔ ایاز خان کراچی، یکم مارچ 2006ء

اس خط کے تحریر فرمانے کے صرف پانچ دن بعد یعنی چھٹے روز ے مارچ بروز منگل آپ کا انتقال بھی ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۷ حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود)

نجاست واقع ہونے کے وقت جتنا پانی تھا اس کا تخمینہ لگا کر اتنا پانی نکال دیا جائے۔ تو اس طرح کے چشمے جن میں پانی کا زیادہ وفور اور جوش نہ ہو زمین کی سطح کے قریب کسی پہاڑی ڈھلوان کے دامن میں بھی پھوٹ نکلتے ہیں جو اس قابل نہیں ہوتے کہ آگے چل کر کسی ندی نالے کی شکل اختیار کریں تو اس کے پانی کو آس پاس کے بودوباش رکھنے والے اس طرح استعمال کے قابل بنا لیتے ہیں کہ زمین کی سطح پر ہی کوئی حوض، تالاب یا کنواں نما گھاٹ بنا لیتے ہیں جہاں وہ قطرہ قطرہ یا تھوڑا تھوڑا بہتا پانی جمع ہوکر دریا نہیں تو دریا بکوزہ (چھوٹے سے دریا کا نمونہ) کا مصداق ضرور ہو جاتا ہے، اور فاضل پانی اس گھاٹ سے آگے کو رستا یا نکلتا رہتا ہے بادیہ نشین لوگ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں بچپن میں خود راقم الحروف بھی اپنے آبائی علاقہ میں ایسے چشمے دار کنویں سے پانی بھرتا رہا ہے۔ (جاری ہے............)

مقالات و مضامین

مولوی عبدالواحد قیصرانی

ترکِ تقلید کا فتنہ

محترم قارئین! اس گئے گزرے اور پُرفتن دور میں جہاں ہزاروں قسم کے نت نئے فتنے شب وروز مسلمانوں پر نہ صرف یہ کہ موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں بلکہ مسلم معاشرہ کو گھن کی طرح کھانے اور دیمک کی طرح چاٹنے میں مصروف ہیں، اور سادہ لوح مسلمانوں کے اعتقاد وایمان سے کھیل کر انہیں طرح طرح کی الجھنوں اور گونا گو پریشانیوں میں مبتلا کر رہے ہیں، جس کے نتیجے میں عوام الناس دن بدن ''علمائے حقہ'' سے بدظن اور دین سے دور ہو رہے ہیں، ان ایمان شکن فتنوں میں سے ایک خطرناک اور مضرترین فتنہ ''ترکِ تقلید'' اور خودرائی کا بھی ہے، متحدہ ہندوستان میں انگریز کے تسلط کے بعد ایک نو پید فرقہ اور نامانوس گروہ (جو کہ اپنے آپ کو اسلاف کے ساتھ جوڑ کر سلفیت کا نام بھی دیتا ہے مگر حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ سلف یا اسلاف کی تقلید اور ان کی اتباع کو غلط ٹھہراتا ہے) نے چند فروعی درجے کے مسائل کو ایمان واعتقاد کا درجہ دے کر اسی پر حق وباطل، توحید وشرک اور اسلام وکفر کی نامعقول اور بے سروپا تقسیم کر کے راسخ العقیدہ مسلمانوں بلکہ اکابر علماء کرام اور فقہاءِ عظام کی تضلیل وتکفیر کر کے علم سے اپنی بے مائیگی اور عقل وفہم سے اپنی بے بضاعتی دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی، واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے عہدِ زوال میں جب اسلام دشمن سامراجی سازشوں اور ایک لگے بندھے منصوبے کے تحت اصلِ اسلام کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا کرنے کی غرض سے ''مذہبی فرقہ بندیوں'' کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا گیا تو اس وقت مسلمانوں کی تمام دینی ودنیاوی، اصولی وفروعی، ظاہری وباطنی سرحدوں کی ''جائز وناجائز'' کے اعتبار سے حفاظت کرنے والی ''اسلامی وشرعی فقہ'' اور فقہاءِ عظام بالخصوص سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے متبعین ومقلدین کے خلاف ترکِ تقلید اور شرکِ تقلید کا نعرہ لگا کر ایک نئے فرقے نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ناکام سعی کرتے ہوئے سر اٹھایا، جو کہ ببانگِ دہل یہ کہتا ہے کہ ''حق صرف ہمارے ہی گروہ میں منحصر ہے باقی دیگر مسلم فرقے ضال وگمراہ ہیں اور اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو بدعتی بلکہ کافر ومشرک کہتا ہے۔ چونکہ مقصد کسی فرقے کے ہر ہر پہلو کا مجادلانہ ومخاصمانہ انداز میں تعاقب کرنا نہیں اور نہ ہی کسی مخالف فرقے کے متعلق بازاری زبان استعمال کرنا ہمارا مزاج

ہے، اس لئے ہم قصداً ان کے پیدا کردہ شوشے اور شبہات اور خود اس فرقے کے عزائم وافکار اور اس کے طریقۂ واردات کو چھوڑتے ہوئے منصفانہ ومعتدلانہ اسلوب کے ساتھ نفس مسئلہ کی علمی تحقیق قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔

تقلید کی حقیقت اور تعریف

تقلید کی حقیقت اور تعریف سے عدم واقفیت (ناآشنائی) اور اسے صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بناء پر بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کی لغوی وشرعی حیثیت بیان کردی جائے

تقلید کی لغوی تعریف

لغت میں اتباع، اطاعت، اقتداء اور تقلید سب تقریباً ہم معنی ہیں۔ تقلید کا لفظ قلادہ سے بنا ہے، آج کل بعض ناسمجھ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں عوام کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ تقلید کا معنی چونکہ ''پٹہ'' ہے اور پٹہ جانوروں کے لائق ہے انسانوں کے لائق نہیں اسلئے ہم تقلید سے نفرت کرتے ہیں، لیکن یہ بات غلط ہے، تقلید کا معنیٰ ہے ''ہار، مالا''، احادیث مبارکہ میں بھی تقلید کا لفظ کئی جگہ پر آیا ہے، چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے والی روایت کو امام بخاری نے بخاری شریف میں دس مقامات پر ذکر کیا ہے، جن میں سے سات [1]
جگہ پر ہار کے لئے لفظِ قلادہ کا ذکر ہے اور یہاں پر (یعنی اس واقعہ میں) سب ہی (بشمول تقلید سے براۃ اور بیزاری کا اظہار کرنے والوں کے) ''قلادہ'' سے مراد ہار ہی لیتے ہیں کوئی بھی اس کا معنیٰ ''پٹہ'' نہیں کرتا، ان روایات میں ہار کا معنی اس وجہ سے بھی متعین ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دیگر تین [2]
جگہ پر اس روایت کو ذکر کیا ہے اور وہاں قلادہ کی جگہ صراحۃً ''عقد'' (ہار) کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قلادہ ''ہار'' کو کہتے ہیں اور حدیث شریف میں اس کا یہی معنیٰ ہے۔ البتہ بعض روایات میں ''ھدی''

---

[1] بخاری کتاب التیمم باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا، بخاری ج ا باب فضل عائشه رضی الله عنها بخاری ج ۲ کتاب التفسیرباب قوله وان کنتم مرضیٰ اوعلیٰ سفر، تفسیر سورة المائدة باب قوله فان لم تجدو ماءا فتیمموا، بخاری کتاب النکاح ج ۲ باب استعارة الشباب للعروس وغیرها، بخاری ج ۲ کتاب الحدود باب من ادب اهله اوغیره دون السلطان.

[2] بخاری ج ا کتاب التیمم قول الله تعالیٰ فلم تجدوا ماء افتیمموا. بخاری ج ا کتاب الفضائل باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلاًاس باب کی ۱۷ حدیث بخاری ج ۲ کتاب التفسیر باب قوله فلم تجدوا ماء افتیمموا پہلی روایت۔

(یعنی وہ جانور کہ جسے حجاج کرام قربانی کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں) کے لئے بھی قلادہ کاذکر ہے(لیکن یہ ''ہار'' جب ھدی کی علامت کے لئے جانوروں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے تو وہ جانور بھی با برکت ہوجاتا ہے) بہر حال قلادہ کی نسبت جب انسان کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا معنیٰ ''ہار'' ہوتا ہے اور جب اسکی نسبت جانور کی طرف کی جاتی ہے تو پھر اس کا معنیٰ ''پٹہ'' ہوتا ہے،لہٰذا تقلید کا معنیٰ انسانوں کے حق میں ''پٹہ'' کرنا کم عقلی اور بدفہمی کے سوا کچھ نہیں۔

تقلید کی اصطلاحی وشرعی تعریف

تقلید:انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اسکے قول یا فعل میں اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کیے بغیر، گویا اس متبع نے غیر کے قول یا فعل کو بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے اپنی گردن کا ہار بنا لیا(کشاف اصطلاح الفنون۱۱۶/۳)اردو میں بعض دیگر اکابرین نے تقلید کی مزید جامع تعریف یوں کی ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں غیر مجتہد کا کسی ایسے مجتہد کے مفتیٰ بہ اقوال کا اتباع کرنا کہ جس کا مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی(اجماع) سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصولاً وفروعاً مدون ہو اور تواتر سے ہم تک پہنچا ہو۔

فائدہ: اس دوسری سادہ اور عام فہم تعریف سے ہمیں دو باتیں معلوم ہوئیں ،پہلی یہ کہ تقلید کرنا غیر مجتہد کا کام ہے،مجتہد کسی دوسرے کی تقلید واجتہاد کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے اجتہاد کا پابند ہوتا ہے،جیسے مقتدی کو تو امام کی نیت کی ضرورت ہے لیکن امام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں۔دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تقلید مسائلِ اجتہادیہ میں ہوا کرتی ہے،مسائلِ غیر اجتہادیہ یعنی مسائلِ منصوصہ کہ جن میں کوئی اجمال وابہام اور تعارض نہیں ہوتا میں تقلید نہیں ہوا کرتی(یعنی وہ احکام جو قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں نہ تو اسمیں تقلید ہوتی ہے اور نہ ہی اصولی عقائد میں تقلید ہوتی ہے)بلکہ ان میں تو براہِ راست کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی تقلید ہوتی ہے۔

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے مولانا محمد امجد حسین

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۱۱)

سورہ حجر کے بعد سورہ شعراء میں بھی پورے ایک رکوع میں (آیت ۱۴۱ تا ۱۵۹) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا تذکرہ ہے: [۱]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صَالِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ ۝ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: ”قومِ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں، میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو، اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ وبدلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ وبدلہ تو رب العلمین نے دینا ہے، (اور تم جو دنیا میں اسبابِ عیش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بالکل بھولے ہوئے ہو تو)

---

[۱] سورہ شعراء سے پہلے سورہ فرقان کی آیت ۳۸ میں بھی اس قوم کا نام مذکور ہے ”وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا“ ترجمہ: اور ہم نے عاد کو اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور ان قوموں کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا۔ اس آیت میں ”وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا“ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے گذشتہ امتوں کے تذکروں کا احاطہ نہیں کیا، عبرت وبصیرت دلانا قرآن کو مقصود تھا، اس غرض کے لئے بڑی بڑی قوموں اور امتوں کے قابلِ ذکر حالات تفصیل سے ذکر کئے، باقی بہت سی امتوں کا اجمالاً ذکر کردیا، جیسے اس آیت میں ہے۔

کیا تم کو انہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں، یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندے ہوئے ہیں (کثرت سے پھلتے ہیں) اور کیا (اسی غفلت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اِتراتے ہوئے مکانات بناتے ہو، سواللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور ان بے باک لوگوں (حدِ بندگی سے نکلنے والوں) کا کہا مت مانو جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے (کفر و گمراہی پر لوگوں کو آمادہ کرنا ان کفر کے سرغنوں کا بڑا فساد تھا) ان لوگوں نے (حضرت صالح علیہ السلام کو جواباً) کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (جس سے عقل میں خلل پڑ گیا اور تم اس طرح کے دعوے کرنے لگے اور) تم بس ہماری طرح کے آدمی ہی تو ہو، سو کوئی نشانی (معجزہ) پیش کرو اگر تم (اپنے نبوت کے دعویٰ میں) سچے ہو، صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے، پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری اور اس کو برائی سے ہاتھ بھی مت لگانا کہ کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا، پھر پشیمان ہوئے پھر (آخر کار) عذاب نے ان کو آ گھیرا، بے شک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، بے شک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

''المسرفین'' (حدِ بندگی سے نکلنے والے) کی وضاحت

اسراف کے معنیٰ ہر طرح کے انسانی اعمال و افعال میں حد سے نکلنے کے ہیں (کما فی روح المعانی الاسراف تجاوز عن الحد فی کل فعل یفعله الانسان ۱۳/۱۱۰ جزء ثانی) اگرچہ اسراف کا لفظ مال خرچ کرنے میں حد سے نکلنے کے معنیٰ ہی میں زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔

پانی کی باری کے متعلق وضاحت

''لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ '' کہ پینے کی ایک باری اس اللہ کی اونٹنی کے لئے مقرر ہوگی اور ایک تمہارے لئے، ''شِـــرْبٌ '' کا مطلب ہے پانی کی باری۔ فقہ کی کتابوں میں ''کتاب الشرب'' کا باب قائم کر کے فقہاء کھیتوں اور باغوں وغیرہ کو سینچنے کے لئے چشموں، نہروں، کنوؤں وغیرہ سے پانی کی تقسیم کے احکام ذکر کرتے ہیں۔

Iqra Ghufran

اور فقہاء کرام پانی کی تقسیم کی مشروعیت اور اس کے احکام کی بنیاد حضرت صالح علیہ السلام کے اس فرمان پر رکھتے ہیں [۱] جو سورہ شعراء کی اس آیت میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی قوم اور اونٹنی کے لئے پانی کے اس گھاٹ سے جو پورے علاقے میں ایک ہی تھا پانی کی الگ الگ دن کے حساب سے باری مقرر کی، کیونکہ وہ عظیم الجثہ وقد وقامت والی اونٹنی جو زمین پر خدائی نشان تھی سارا پانی پی جاتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں مجمع البیان نامی کتاب کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پانی کی یہ باری قوم ثمود کے علاقے کے چشمے کے لئے مقرر ہوئی تھی جو ایک ہی چشمہ تھا اور یہ پہلا چشمہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لئے جاری فرمایا، [۲]

اب یہ تحقیق نہیں ہوسکی کہ صاحبِ مجمع البیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کس سند سے نقل کیا ہے اور اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ماخذ کیا ہے؟ ویسے معروف قومِ ثمود کے علاقے میں چشمہ کے بجائے کنواں ہونا ہے، اس قصہ میں سب کنویں ہی کا ذکر کرتے ہیں، اور اس علاقے کے کھنڈرات میں بھی کنویں ہی کے آثار بیان کئے جاتے ہیں، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا واقع میں ثبوت ہو تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ زمین کے اوپر چشمہ پھوٹ پڑا ہو پھر آگے اس کا پانی ذخیرہ کرنے کے لئے کوئی چھوٹا حوض کنواں نما بنایا گیا ہو جس میں پانی ذخیرہ ہوجاتا ہو، تاکہ یکبارگی استعمال سے پانی کی کمی نہ ہو، چنانچہ چشمہ دار کنویں تو سب جانتے ہیں کہ وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں زمین کی گہرائی میں پانی کے سوتے ابل ابل پڑتے ہیں، ایسے کنوؤں کا خالی کرنا بھی عادتاً ممکن نہیں ہوتا، اسی لئے فقہاء کرام چشمہ دار کنویں کے ناپاک ہونے کی صورت میں اس کے خالی کرنے کا حکم عام کنوؤں سے مختلف ذکر کرتے ہیں کہ ناممکن یا بہت زیادہ دشوار ہونے کی وجہ سے اس کے پاک کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ **(بقیہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)**

---

[۱] فقہ حنفی کے مشہور متن ''المختار'' میں کتاب الشرب کا باب یوں شروع ہوتا ہے ''وھو النصیب من الماء وقسمۃ الماء بین الشرکاء جائزۃ ویجوز دعوی الشرب بغیر ارض ''الاختیار میں متن کی اس عبارت کی شرح میں یوں لکھتے ہیں ''وھو النصیب من الماء للاراضی وغیرھا قال اللہ تعالیٰ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ الخ (الاختیار لتعلیل المختار ج۲ ص۹۹)

[۲] روح المعانی کی عبارت یہ ہے ''وکان ھذ الشرب من عین عندھم وفی مجمع البیان عن علی کرم اللہ وجھہ ان تلک العین اول عین نبعت فی الارض وقد فجرھا اللہ عزوجل لصالح علیہ السلام (۱۰/۱۱۴ جزء ثانی)''

انیس احمد حنیف صاحب

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

حضورﷺ کے وصال کے بعد آپ کے سب سے پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی دنوں ایمان لائے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ نبی کریمﷺ نے انہی دنوں اعلانِ نبوت فرمایا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اعلانِ نبوت سے بہت پہلے سے رسول اللہﷺ پر ایمان لا چکے یعنی آپ ﷺ کی صداقت وراستبازی کے معترف ومعتقد ہو چکے تھے......

کون ظالم نہ دل و جان نچھاور کرتا جس نے دیکھا ہے ترا دورِ جوانی جاناں
حسن وعفت سے بھری صدق وامانت سے بھری روح پرور ہے تری زیست کہانی جاناں

خوابوں کی تعبیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چرچا بھی خوب تھا اوران کی بتائی ہوئی تعبیر سچی بھی جانی جاتی تھی ایک شخص نے ایک دن انہیں اپنا ایک عجیب خواب سُنایا، کہنے لگا ...... میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے، کہ آگ کا ایک بہت بڑا گڑھا ہے اتنا وسیع کہ جس کی وسعت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ میں اس گڑھے کے بالکل کنارے پر کھڑا ہوں اور میرے والد مجھے اُس میں دھکیل رہے ہیں جبکہ محمد (ﷺ) نے مجھے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور مجھے اُس آگ بھرے گڑھے میں گرنے سے بچا رہے ہیں......حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خاموشی سے اُس کا سارا خواب سُن رہے تھے، بولے...... میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں، یہ محمد (ﷺ) جو تمہیں آگ کے اس گڑھے سے بچارہے تھے اللہ کے رسول ہیں ،لہٰذا اب بلا تاخیر تم ان کی پیروی اختیار کرلو ورنہ تمہارا باپ تمہیں ہلاکت کے گڑھے میں لے جائے گا ......سوتی آنکھوں سے نظر آنے والے خواب کی سچی تعبیر جاگتے دل میں گھر کرگئی، اور اپنے خواب میں حقیقت کا رنگ بھرنے کی خواہش آخر کار دربارِ نبوی میں لے گئی......اے محمد (ﷺ) آپ کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں؟......رحمت عالمﷺ آنے والے کے سوال کے جواب میں خندہ پیشانی سے گویا ہوئے...... میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، اللہ، جو تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول مان لو، اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ پتھروں کے ان بتوں کو پوجنا چھوڑ دو جو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ تمہیں کچھ دے سکیں، نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکیں، یہاں تک کہ اُنہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تم

میں کون کون اُن کی پرستش کرتا ہے اور کون کون ایسا نہیں کرتا...... سچی ترین باتیں دنیا کے سچے ترین انسان کی زبانی سُن کر بھی کوئی نہ سنبھلے تو بھلا کب سنبھلے۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد عبده ورسوله

یوں رسول اللہ ﷺ کے پردادا حضرت ہاشم بن عبد مناف کے سگے بھائی عبد شمس بن عبد مناف کے پوتے عاص بن امیہ کے پوتے خالد بن سعید بن العاص دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ......ان کی صاحبزادی ام خالد بنت خالد بن العاص جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقدِ نکاح میں آئیں وہ فرماتی ہیں ......میرے والد اسلام میں پانچویں شخص تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ ان سے پہلے کون تھے تو فرمانے لگیں کہ ابن ابی طالب (یعنی نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابن ابی قحافہ (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا) اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو نبی کریم ﷺ کے رشتہ کے ماموں ہیں)

حضرت خالد بن سعید کو اپنے خاندان والوں کی مخالفت کا اندازہ تھا پس آپ اسلام قبول کرنے کے بعد روپوش ہو گئے لیکن والد کو جب ان کے اسلام لانے اور روپوش ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے بھائیوں کو انہیں ڈھونڈنے اور واپس لانے کے لئے بھیجا جنہوں نے بالآخر انہیں ڈھونڈ نکالا اور گرفتار کر کے والد کے سامنے لا حاضر کیا، اول اول تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا جسے آپ نے ردفرما دیا، پھر زجر و توبیخ کی گئی لیکن اس سے بھی آپ متزلزل نہ ہوئے تو نوبت زد و کوب تک جا پہنچی آپ کو مار مار کر زخمی کر دیا گیا لیکن آپ کی ثابت قدمی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا والد نے تنگ آ کر انہیں بھوکا پیاسا قید کر دیا، تین روز کی بھوک اور پیاس کے بعد چوتھے روز آپ موقع پا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور اطرافِ مکہ میں روپوش ہو گئے۔

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے موقع پر آپ بھی اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت فرما گئے اور غزوۂ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے مدینہ منورہ آ گئے ......غزوۂ بدر میں شرکت سے محرومی پر اکثر افسوس کرتے ایک دن اسی طرح نبی کریم ﷺ کے سامنے عرض کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا

شرف حاصل ہوا اور تمہیں دو ہجرتوں کا......

ان کے بعد ان کے دو بھائی حضرت عمر بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسلام لا چکے تھے نبی کریم ﷺ نے ان تینوں بھائیوں کو ان کی حکومت شناس صلاحیتوں کے پیشِ نظر مختلف عہدوں پر مامور کیا حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنایا گیا آپ یمن ہی میں تھے کہ نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے اور آپ گورنری چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہونے والے معرکے فتحِ اجنادین اور مرج الصفر میں بھی شریک تھے۔دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شام کی لشکر کشی کے معرکوں میں شہید ہو گئے حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھانجی تھیں اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچا زاد بہن ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کی بیوی بھی تھیں، اس معرکے میں اُن کے ساتھ تھیں اور حضرت عکرمہ کی شہادت کے بعد لشکر ہی میں عدت کے دن گزارنے لگیں اسی دوران یزید بن ابی سفیان نے ان کی طرف نکاح کا پیام بھیجا اور ادھر حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کسی کے ذریعے نکاح کا پیغام بھجوایا حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رجحان حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہو گیا اور چار سو دینار پر ان سے نکاح کر لیا۔جب لشکر مرج الصفر میں ٹھہرا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخصتی کی خواہش ظاہر کی، حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اگر رخصتی کو اتنا مؤخر کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان دشمن جماعتوں کو منتشر کر دے تو شاید یہ بات زیادہ مناسب رہے۔حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں اس معرکہ میں شہید ہو جاؤں گا اس جواب پر حضرت ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہو گئیں۔غرض وہیں آپ کی شادی سادے طریقے پر ہوئی، اگلی صبح ولیمے کا کھانا ابھی جاری تھا کہ رومیوں نے آگے پیچھے اپنی صفیں باندھ لیں اور ایک رومی نے آگے بڑھ کر مقابلہ کے لئے نعرہ لگایا حضرت خالد بن سعید آگے بڑھے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ہم آپ کی خاطر جیتے تھے،اب آپ کی خاطر مرتے ہیں اِک عشق نبھانے کی خاطر ہر پیار نچھاور کرتے ہیں

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۱۱)

(۲۱)......خرچ میں اسراف سے بچنا

بہت سے لوگ اچھی تجارت اور کاروبار کرتے ہیں مگر خرچ میں اعتدال اور میانہ روی اختیار نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کا خرچ اسراف اور فضول خرچی کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن مقروض ہو کر اصل سرمائے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے دست نگر بن کر رہ جاتے ہیں اس کی وجہ بھی حضور اقدس ﷺ کے بیان کردہ ایک اہم ادب اور رہنمائی سے روگردانی ہے۔

آپ ﷺ نے معیشت کی کامیابی اور برکت کے لئے خرچ کے اندر میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْاِقْتِصَادُ فِی الْمَعِیْشَۃِ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ" (کنز العمال حدیث نمبر ۳۰۸)

"خرچ میں اعتدال معاشی خوشحالی کا نصف حصہ ہے"

جو شخص خرچ میں اعتدال کی راہ اپناتا ہے وہ کسی بھی معاشی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا، ہماری اکثر معاشی اور تجارتی پریشانیاں ہمارے اخراجات میں بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک دانا اور عقل مند بندے کی یہ خوبی شمار کی ہے کہ وہ خرچ میں میانہ رو ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی دانائی میں یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنی معیشت اور اخراجات میں نرمی اور اعتدال اختیار کرے (کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۲)

آپ ﷺ نے فرد کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کا طریقہ تعلیم کرتے ہوئے فرمایا:

"تم جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو مگر دو چیزوں کو اپنے قریب نہ بھٹکنے دینا ایک فضول خرچی اور دوسری تکبر" (بخاری، کتاب اللباس، حدیث نمبرا، ج۲ص۸۶۰)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

مولوی محمد ناصر

مسلمان کی مدد کرنا

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ ذَهَبَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهٗ كُتِبَتْ لَهٗ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَاِنْ لَمْ تَقْضِ كُتِبَتْ لَهٗ عُمْرَةٌ (جامع صغیر بحواله بیهقی فی شعب الایمان، حدیث نمبر ۸٦۸۲)

یعنی ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرنے کے لئے جاتا ہے اور اس کی وہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اس کے لئے حج اور عمرے (کا ثواب) لکھا جاتا ہے اور اگر اس کی ضرورت پوری نہ ہو سکے تو اس کے لئے عمرے (کا ثواب) لکھا جاتا ہے'' (جامع صغیر بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان، حدیث نمبر ۸٦۸۲)

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کو بہت بڑی نیکی فرمایا ہے چنانچہ اگر وہ ضرورت پوری کر دے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر کسی وجہ سے ضرورت پوری نہ کر سکے تب بھی دوسرے مسلمان کی خدمت کی نیت سے کی گئی محنت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے لئے عمرے کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب المؤاخات)

یعنی ''جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کے کام میں لگا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں لگ جاتے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی بے چینی دور کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس سے قیامت کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور فرما دیں گے (ابوداؤد، کتاب الادب، باب المؤاخات)

حدیث میں جس بھائی کی مدد کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اس سے سگا بھائی یا نسبی رشتہ والا بھائی ہی مراد

نہیں بلکہ ہر مسلمان مراد ہے، اس لئے کہ قرآن مجید نے تمام ایمان والوں کو ایک دوسرے کا اسلامی و دینی بھائی بتلایا ہے لہٰذا جو مسلمان بھی کسی دوسرے مسلمان کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مدد کرے گا اور اسے بے چینیوں اور پریشانیوں سے نجات دلانے میں تعاون کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مدد فرمائیں گے اور اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائیں گے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے سب انسانوں میں سب سے بہترین لوگ وہ بتلائے ہیں جو دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں چنانچہ فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ فَكُنْ نَافِعاً لَهُمْ (کنز العمال حدیث نمبر ۴۴۱۵۴)

یعنی ''انسانوں میں بہترین انسان وہ ہیں جو دوسروں کو فائدہ پہنچائیں، لہٰذا تم بھی دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے بنو'' (کنز العمال حدیث نمبر ۴۴۱۵۴)

اس حدیث میں دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے چاہے دینی فائدہ ہو یا دنیوی اور ان کی مدد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ایسا شخص اللہ اور اس کے اس کے رسول کی نظروں میں سب سے بہترین ہے۔

لہٰذا کسی مسلمان کا کوئی ضروری کام کر دینا، اس کی پریشانی دور کر دینا، اس کو راستہ بتا دینا، کسی کا سامان اٹھانے میں اس کی مدد کر دینا غرضیکہ کسی بھی جائز کام میں دوسروں کی مدد کر دینا اور اس سے بڑھ کر کسی کی دینی مدد کر دینا مثلاً اس کو دین کی بات بتلا دینا، برے اور گناہ کے کام سے بچا لینا، بہت بڑے اجر و انعام کا باعث ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

''اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللهِ وَتَحْتَ كَنْفِهٖ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ وَاَبْغَضُ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ ضَيَّقَ عَلٰى عَيَالِهٖ'' (کنز العمال حدیث نمبر ۱۶۱۷۰ بحوالہ دیلمی)

یعنی ''تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اس (کی مدد) کے سائے میں ہیں، سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ تنگی والا معاملہ کرے (کنز العمال حدیث نمبر ۱۶۱۷۰ بحوالہ دیلمی)

مسلمان سے اچھا سلوک رکھنے کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ انہیں اپنی ذات سے راحت اور سکون پہنچایا جائے لیکن اگر کوئی دوسروں کو راحت نہ پہنچا سکتا ہو تو سب سے کمزور درجہ یہ ہے کہ اپنے کسی قول و فعل سے انہیں تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ کسی کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا حرام اور گناہ ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ سَرَّ مُسْلِمًا بَعْدِیْ فَقَدْ سَرَّنِیْ فِیْ قَبْرِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فِیْ قَبْرِیْ سَرَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (کنز العمال ۱۶۴۱۳)

یعنی ''جس نے میرے بعد کسی مسلمان کا دل خوش کیا تو اس نے مجھے میری قبر (اور عالمِ برزخ) میں خوش کیا، اور جس نے مجھے میری قبر (اور عالمِ برزخ) میں خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز (اور عالمِ آخرت) خوش کردیں گے'' (کنز العمال ۱۶۴۱۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو خوش کرنا چاہتا ہو تو اپنے مسلمان بھائیوں کو خوش کرنا شروع کردے، لیکن دوسرے مسلمان کو خوش کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ کے کام سے خوش کرے مثلاً ناچ، گانے وغیرہ کے ذریعہ سے، بلکہ خوش ایسے طریقہ پر کیا جائے جس سے اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی نہ آتی ہو۔

کسی مسلمان کی عزت کی حفاظت کرنا یا اس کے عیب اور بُرائی کو چھپانا یہ بھی مسلمان کی مدد کرنے میں شامل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''**مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ**'' (ابو داؤد، کتاب الادب، باب المؤاخاۃ)

یعنی ''جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے'' (ابوداؤد، کتاب الادب، باب المؤاخاۃ)

مسلمان کی مدد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر کسی جگہ اس پر غلط الزامات لگائے جارہے ہوں یا اس کو ذلیل کیا جارہا ہو یا اس کی بے عزتی کی جارہی ہو تو اس مسلمان کی طرف سے حکمت کے ساتھ کرکے اس کی عزت اور آبرو کی حفاظت کی جائے اس عمل کے نتیجے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس بندے کی عزت کی حفاظت فرمائیں گے اور لوگوں کے سامنے اس کو رُسوا ہونے سے بچائیں گے۔

Idara Ghufran

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

مجلس ومحفل کے آداب (دوسری وآخری قسط)

✪......مجلس میں پہلے سے کسی بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے ✪......اگر مجلس میں لوگ حلقہ اور دائرہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان میں نہ بیٹھئے ✪......مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کوئی اگر کسی ضرورت سے اٹھ کر چلا جائے اور جلدی واپس آنے کا ارادہ ہو تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کیجئے، جانے والے شخص کو بھی چاہئے کہ اگر جلدی واپسی کا ارادہ ہو تو قریب والے کو اس سے آگاہ کر کے جائے یا اٹھتے وقت وہاں بطورِ نشانی اپنی کوئی چیز مثلاً رومال وغیرہ چھوڑ دے تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے، البتہ اگر اُٹھ کر جانے والا خود ہی جاتے وقت اپنی جگہ بیٹھنے کی اجازت دے دے یا اس کا دوبارہ لوٹ کر اس جگہ آنے کا ارادہ نہ ہو تو اس جگہ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ✪......اگر کسی مجلس میں دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوں تو ان کی رضامندی اور خوشی کے بغیر ان کو الگ کر کے اور خود درمیان میں گھس کر نہ بیٹھئے (کما جاء فی حدیث الترمذی) ✪......مجلس میں سب لوگوں کو آپس میں مل جل کر بیٹھنا چاہئے، بلا ضرورت متفرق ٹولیوں کی شکل میں بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے (کما جاء فی حدیث ابی داؤد) ✪......مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے کا اہتمام نہ کیجئے، کسی کے یہاں جانا ہو تو وہاں بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی معزز وممتاز جگہ پر نہ بیٹھئے ✪......یہ بھی کوشش نہ کیجئے کہ آپ کو مجلس کے امیر، صدر، یا بڑے شخص کے ساتھ ہی نشست حاصل ہو ✪......مجلس میں ایسے طریقے پر بیٹھئے کہ آپ کے بعد آنے والوں اور گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، بعض لوگ راستہ گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں، یا درمیان میں جگہ خالی چھوڑ کر ایسے طریقے پر بیٹھتے ہیں جس کی وجہ سے آنے والوں کو نشست حاصل کرنے میں دشواری ہوتی ہے، اس طرزِ عمل سے پرہیز کرنا چاہئے ✪......جب مجمع زیادہ ہو اور جگہ کی تنگی ہو یا کسی ضرورت کی وجہ سے لوگوں کو قریب ہونے کی ضرورت ہو تو سمٹ کر بیٹھئے اور آنے والوں کو فراخ دلی کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ فراہم کر دیجئے (کما جاء فی حدیث البخاری) ✪......جب کوئی دوسرا شخص تمہارے پاس آئے تو جگہ ہونے کے باوجود اس کے اکرام کے لئے تھوڑا سا کھسک جانا چاہئے (کما جاء فی حدیث البیہقی) ✪......مجلس میں کسی کے نزدیک سامنے یا دائیں بائیں سر پر چڑھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہئے اسی طرح کسی بیٹھے ہوئے شخص کو گھورنے اور تاکتے نہیں رہنا چاہئے، اس

سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے ✪......مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمیوں کو بلاضرورت چپکے چپکے آپس میں باتیں نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے (کما جاء فی حدیث البخاری) اور کسی ایسی زبان میں بات کرنا جس کو تیسرا آدمی نہیں جانتا یہ بھی چپکے چپکے باتیں کرنے میں داخل اور دوسرے کی تکلیف کا باعث ہے (اسلامی آداب ص ۸۹، مؤلفہ مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ) ✪......اگر کوئی عذر نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ نشستیں قبلہ رو بیٹھنے کی حالت میں تیار کی جائیں، ایک حدیث میں ہے کہ ''ہر چیز کا سردار ہوتا ہے اور مجلسوں کی سردار وہ مجلس ہے جس میں قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھا جائے (طبرانی) ✪......اگر کسی مجلس کا کوئی صدر ہو اور آپ کو کوئی بات کہنی ہو تو مجلس کے صدر کی اجازت سے کہنی چاہئے ✪......کسی بڑے عالم اور بزرگ کے پاس فضول بیٹھ کر اس کے کام اور یکسوئی میں خلل اور حرج نہیں ڈالنا چاہئے البتہ اگر وہ کسی کا خود ہی اپنے پاس بیٹھنا پسند کریں تو علیٰحدہ بات ہے ✪......اسی طرح مشغول آدمی (مثلاً لکھنے پڑھنے والے) کے پاس بے تکلف انسان کے بلاضرورت بیٹھے رہنے سے دوسرا پریشان ہوتا ہے خاص طور پر جبکہ مشغول آدمی کو بیٹھ کر دوسرا گھورتا اور تکتا بھی رہے۔ جب دوسرا شخص کسی ذکر، تلاوت اور دعا وغیرہ میں مشغول ہو اس کو بلاسخت ضرورت کے اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہئے ✪...... جب آپ کسی مجلس میں جائیں اور جوتیاں اتارنا چاہیں تو دوسروں کے جوتوں پر اپنے جوتوں سمیت نہ چڑھ جایئے اور نہ ہی دوسروں کی جوتیوں کو ہٹا کر ادھر اُدھر کیجئے بلکہ اپنی جوتیاں خالی جگہ پر اتاریئے ✪......کچی پیاز، لہسن کھا کر اور اسی طرح سگریٹ وغیرہ کی بدبو منہ میں ہونے کی حالت میں منہ صاف کئے بغیر مجمع میں نہ جایئے ✪......مجمع میں بیٹھ کر منہ پھاڑ کر جمائی لینے سے پرہیز کیجئے، بلکہ جمائی کو روکنے کی کوشش کیجئے ویسے بھی اس طرح منہ پھاڑ کر جمائی لینا اچھی بات نہیں، اگر جمائی نہ رکے تو منہ ڈھانک کر جمائی لیجئے۔

✪......مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ہوئے اس کا خیال رکھئے کہ آپ کے اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

✪......اگر مجلس میں چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیجئے اور دھیمی آواز سے چھینکنے کی کوشش کیجئے۔

✪......چھینکنے کے بعد ''الحمدللہ'' کہئے اور سننے والے کو چاہئے کہ ''یرحمک اللہ'' کہے اس کے بعد چھینکنے والے کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے ''یَهْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ''

✪......اگر دوسرے لوگ کام کاج میں مشغول ہوں تو چھینکنے والے کو ''الحمدللہ'' آہستہ آواز میں کہنا چاہئے تا کہ دوسروں کو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

✪......دوسروں کے سامنے پائجامہ کھولنا، شرمگاہ کے حصہ کو ٹٹولنا آداب کے خلاف ہے اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو دوسروں سے ممکنہ حد تک پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

✪......مجلس میں کسی دوسرے کی طرف پاؤں مت پھیلائیے، اور خواہ مخواہ کی انگڑائیاں لینے سے پرہیز کیجئے

✪......یہ بدتہذیبی کی بات ہے کہ دوسرے لوگ نیچے بیٹھے ہوں اور خود اوپر چڑھ کر بیٹھ جائے۔

✪......جب کسی سے ملاقات کے لئے جائیں اور اسے مشغول پائیں تو بیٹھنے کے لئے اجازت کا انتظار نہ کیجئے بلکہ خود سے بیٹھ جائیے۔

✪......اگر دوسرا شخص مشغول ہو اور آپ کو اس کا انتظار کرنا ہو تو اس کے سر پر اس طرح چڑھ کر نہ بیٹھئے جس سے دوسرے کو اپنے کام کو انجام دینے میں کوفت ہو، بلکہ مناسب جگہ انتظار کیجئے، لیکن اگر مشغول آدمی کو کسی ایسے انداز میں اپنی آمد سے آگاہ کر سکو جس سے اس کو بار بھی نہ ہو تو بہتر ہے۔

✪......مجلس میں بلاضرورت کسی کی پیٹھ کے بالکل پیچھے نہ بیٹھئے اور نہ دوسرے کی پیٹھ کر کے بیٹھئے، البتہ اگر کسی مجمع کا طرز ہی اس نوعیت کا ہو تو حرج نہیں۔

✪......اگر کسی کے پاس جا کر بیٹھو تو اس کی چیزوں، کاغذ، کتاب، خط، قلم وغیرہ میں اس کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہ ڈالئے اور چھیڑ چھاڑ نہ کیجئے۔

✪......جب کسی مجلس میں لوگ اجتماعی غور و فکر یا مشورہ کے لئے بیٹھے ہوں اور درمیان میں کوئی اٹھ کر جانا چاہے تو مجلس کے سربراہ سے اجازت لے کر اور یہ مشکل ہو تو قریب والے کو آگاہ کر کے جانا چاہئے۔

✪......جب کوئی خاص مجلس ہو رہی ہو تو غیر آدمی کو بلاضرورتِ شرعی اس مجلس کی چھپ کر باتیں سننا جائز نہیں۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

مفتی محمد رضوان

آج کل کی رسمی پیری فقیری اور درویشی

تصوف اور پیری مریدی کے نام پر آج کل گدی نشین پیروں فقیروں کی بھرمار ہے۔

جن لوگوں کو نماز روزہ کے فرائض تک کا علم نہیں وہ پیراور مرشد بنے بیٹھے ہیں اور ان کے مریدوں کا بھی یہی حال ہے۔

تصوف اور طریقت کے نام پر ان لوگوں نے اپنی گدی چمکا رکھی ہے، بعض لوگوں کو وراثت میں پیری مل گئی ہے اور یہ خرابی اس وقت سے شروع ہوئی جب سے جانشینی کا رسمی سلسلہ شروع ہوا، والد فوت ہوا تو بیٹے کو اس کی گدی مل گئی، عجیب صورتِ حال ہے، نہ نماز کی ضرورت ہے نہ عورتوں سے پردہ کرنے کی ضرورت، نہ شرعی داڑھی اور وضع قطع کی ضرورت، خوب دکانداری چلتی ہے، پیر صاحب کے نام پر آستانہ بنا کر بعض دوکاندار اور گدی نشین پیروں نے ایک قوالی کی رسم نکالی ہوئی ہے، جس میں گانے بجانے اور موسیقی کے آلات بھی جمع ہوتے ہیں اور شرکیہ اقوال وافعال بھی، اور بے پردہ عورتوں مردوں کا مخلوط اجتماع بھی اور نشہ آور اشیاء کا کُھلا استعمال بھی، اس میں گدی نشین پیر صاحب کو خوب چڑھاوے چڑھتے ہیں۔ ان کی دوکان خوب چمکتی ہے، وہ اپنے دربار میں آنے والوں کو مرید تو کیا سمجھتے درحقیقت اندر سے ان کو اپنا گاہک سمجھتے ہیں کیونکہ انہی مریدوں کی بدولت ان کی دوکان چلتی ہے۔

مشہور شاعر اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے ایسے جاہل لوگوں کے بارے میں ہی کہا تھا:

باادب بن کر رہو تو قوم کی گالی سنو ۔۔۔ بے ادب بن کر رہو تو طعنۂ حالی سنو

بس پیر بن کے بیٹھ جاؤ ڈٹ کے قوالی سنو

جب ایسے بددین اور بدکردار لوگوں کو پیشوا بنا لیا جائے گا تو ان کے پیروکار کیسے ہوں گے؟ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ان چیزوں کی خوب وضاحت فرمائی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

”آج کل تو پیر بننا کچھ مشکل بھی نہیں ہے، لمبے لمبے بال ہوں، موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو، رنگا کُرتا ہو بس پیر ہوگئے، پھر وہ خواہ عورتوں کو گھوریں یا (بے ریش) لونڈوں کو تکیں، حرام حلال میں کچھ امتیاز نہ کریں، ان کی پیری ایسی مضبوط ہے کہ وہ کہیں سے نہیں جاتی، بلکہ جس قدر کوئی خلافِ

شرع ہوگا (جاہلوں کے نزدیک وہ) اسی قدر زیادہ مقبول ہے اور جس قدر حدودِ شرعیہ کے اندر ہوگا وہ (جاہلوں کے نزدیک) پیری سے دور ہے (جاہلوں کی سوچ کے مطابق) وہ تو نِرا (خالص) ملّا ہے" (اسلام اور زندگی یعنی الرفیق فی سواء الطریق حصہ سوم ص ۲۲۴ مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور)

آج کل بزرگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس کے کپڑے گیروی (گیرورنگ کے) ہوں، لٹیں (بالوں کی) ناف تک ہوں، چوغہ (پیروں کے) گٹوں تک ہو، بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو، بس درویش ہیں، شاہ صاحب ہیں، ولی کامل ہیں، کیا خرافات ہے، غالباً ہمارے حضرت حاجی (امداداللہ مہاجر مکی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کل درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے، ایک پیسہ کا گیرو خریدلیا (اس سے) کپڑے رنگ لئے، ایک پیسہ کی تسبیح خرید لی اور درویش ہوگئے، ہمارے بزرگوں کے طریق کو تو ظاہر بیں (اور ناواقف وجاہل لوگ) مولویت سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کہ اسے درویشی سے کیا تعلق، ایسے لوگوں میں تو جس قدر (کوئی) خلافِ شریعت ہو وہ زیادہ کامل (اور اللہ والا) سمجھا جاتا ہے، اسی کو مولانا (روم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں ؎

کار شیطان این است لیکنی نامت ولی

گر ولی این است لعنت بر ولی

(یعنی شیطانی کام کرتے ہو اور تمہارا نام ولی ہے، اگر ولی یہی ہے تو ولی پر لعنت)

(الافاضات الیومیہ ج ا ص ۵۹، ۶۰، ملفوظ نمبر ۴۴)

"پنجاب کے پیر تو سلاطین (اور بادشاہ) کی سی شان (بنا کر) رکھتے ہیں، اچھی خاصی حکومت کرتے ہیں" (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۲۸)

"خدا بھلا کرے ان رسمی مشائخ اور دوکاندار پیروں کا، انہوں نے مخلوق کو گمراہ کردیا، ان کی بدولت مخلوق کے عقائد اس قدر خراب اور برباد ہوئے کہ جس کا کوئی حساب نہیں، بالکل گمراہی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں، حیدرآباد دکن کا قصہ ہے، وہاں پر ان جاہل مشائخ اور پیروں کی بدولت لوگوں کے عقائد کی یہ حالت ہے کہ جس وقت موسیٰ (نامی) ندی چڑھی اور تباہی ہوئی تو یہ (لوگوں کے لئے) عبرت کا وقت تھا، مگر یہ عبرت حاصل کی کہ (جاہلوں) نے یہ تجویز کی کہ (ہماری طرف سے) اولیاء اللہ کا ادب کم ہوگیا، اس لئے یہ وبال آیا، یہ (منگھڑت اور خلافِ شریعت)

توجیہہ (وتاویل) کرکے (ان جاہلوں نے) اورزیادہ قبر پرستی شروع کردی، اس فہم اور سمجھ کو ملاحظہ فرمایئے کہ ان کے زعم (خیال) میں بعدعن الشرک (یعنی شرک سے دور رہنا) جس کا نام انہوں نے قلتِ ادب اولیاء (یعنی اولیائے کرام کے ادب کا کم ہونا) رکھا، جو (ان جاہلوں کے خیال میں) سبب ہوگیا قہر خداوندی کا، اناللہ وانا الیہ راجعون (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۳۴، ملفوظ نمبر ۱۶۰)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب وبال آیا تو ان جاہلوں نے سمجھا کہ ہم جو اولیائے کرام کی قبروں پر چڑھاوے نہیں چڑھاتے، وہاں جاکر منتیں نہیں مانگتے، سجدے نہیں کرتے، اس لئے اس عذاب میں گرفتار ہوئے، حالانکہ یہ حرکات تو شرکیہ حرکات ہیں، گویا کہ نعوذ باللہ جو کفر وشرک اور گناہوں سے بچا رہے ان کے خیال میں وہ تو وبال میں مبتلا ہوتا ہے اور جو ان حرکات میں مبتلا ہوتا ہے وہ بچ جاتا ہے

’’ان دکاندار جاہل پیروں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی، ان جاہلوں کی ایک منگھڑت ایجاد یہ بھی ہے کہ تعلقاتِ واجبہ (ضروری تعلقات) کو بھی اس طریق (راستے) میں مضر (نقصان دہ) سمجھتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ آبادی چھوڑ کر جنگل کی طرف دوڑتے ہیں، بیوی بچوں کو منہ نہیں لگاتے، قطع رحمی کو دین سمجھتے ہیں‘‘ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۹۷، ملفوظ نمبر ۸۷)

’’آج کل عجیب جہالت کا زمانہ ہے، ایک مرتبہ پیرجی بننے کی شہرت ہوجائے، پھر تو رجسٹری ہوجاتی ہے، چاہے زنا کرے، جھوٹ بولے، دھوکے دے، مگر پھر بھی پیرجی ہی رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ڈوکڑے (چھوٹے پانی کا حوض) تھوڑا ہی ہیں کہ ناپاک ہوجائیں، ہم تو سمندر ہیں، جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہوجاتی ہے، جیسے سمندر ہیں، جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہوجاتی ہے، جیسے سمندر میں گنگا، جمنا (جیسی نہریں) آکر بھی سمندر ہی ہوجاتا ہے، اسی طرح ہمارے اندر معصیت (گناہ) آکر بھی نیکی ہوجاتی ہے، یہ مذہب ہے ان جاہل بددین لوگوں کا (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۶۹، ملفوظ نمبر ۴۴۴)

’’ایک (جعلی) پیر کا واقعہ ہے کہ ایک ریاست میں جاکر یہ حرکت کی کہ اپنے ایجنٹوں کی سازش سے ایک زندہ شخص کا مصنوعی جنازہ بنا کر اور اس کو ایک شاہراہ پر رکھ کر نماز (جنازہ) کے بہانے سے بلوائے گئے (انہوں نے وہاں آکر) جنازہ پر کھڑے ہوکر کہا کہ:

’’قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ‘‘ (یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا)

وہ کھڑا ہوگیا، بس پھر کیا تھا، شہرت ہوگئی، بزرگی کا ڈنکا بج گیا، راجہ اس ریاست کا بڑا ہوشیار تھا، اس نے کہا کہ پیر صاحب کو یہاں پر لاؤ، پیر صاحب سمجھے کے راجہ بھی (شاید میرا) معتقد ہوگیا (اور میں نے) اس لئے تو یہ تدبیر کی ہی تھی (یہ جعلی پیر صاحب راجہ کے پاس) پہنچے خوش ہوتے ہوئے، اس نے کہا کہ فوج میں لوگ مرتے ہیں، جس کی وجہ سے ریاست کو نقصان پہنچتا ہے، کیونکہ پھر (بعد میں) ایسے مشاق (اور تجربہ کار) نہیں ملتے (اس لئے) آپ یہیں رہیں، ان (مرنے والے فوجیوں) کو زندہ کیا کریں، میں آپ کے تمام اخراجات کا کفیل (اور ذمہ دار) ہوں گا، تب تو پیر صاحب کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی (اور کسی طرح بہانے سے وہاں سے جان بچا کر نکلے)'' (الافاضات الیومیہ ج۲ص۶۱، ملفوظ نمبر ۷۶)

''ایک گاؤں کے کچھ گوجر (برادری کے) لوگ (ایک دوسرے بزرگ) حضرت مولانا رائے پوری سے بیعت ہوگئے، کچھ روز کے بعد اس گاؤں کا موروثی (یعنی وراثتی) پیر آیا، اس نے سنا کہ فلاں فلاں لوگ مولانا (رائے پوری) سے بیعت ہوگئے ہیں (یہ سن کر یہ جعلی پیر) بھڑک اٹھا، اور کہنے لگا اے بے وقوفو! رانگھڑ راجپوت (برادری میں) بھی کہیں بزرگ ہوئے ہیں، ایک گاؤں والا بولا (جو کہ) تھا ہوشیار! اجی یہ تو تم ہی جانتے ہوگے، مگر ایک بات کی تو ہمیں بھی خبر ہے، مولانا (رائے پوری) نے یہ کہہ دیا ہے کہ اپنے پرانے پیر کے بھی حق حقوق دیتے رہنا، تو فوراً کہتا ہے کہ خیر کچھ ڈر نہیں، ان سے مرید ہوگئے وہ بھی بزرگ آدمی ہیں، اچھے آدمی ہیں (آجکل) یہ پیر رہ گئے، مطلب یہ ہوا کہ اگر ہماری آمدنی میں فرق آئے تو نہ وہ بزرگ، نہ عالم، نہ نیک، اور اگر آمدنی میں فرق نہ آئے تو پھر وہ سب کچھ ہیں، ان ظالموں (اور جعلی پیروں) نے گمراہ کر دیا مخلوق کو'' (الافاضات الیومیہ ج۲ص ۱۷۸، ۱۷۹، ملفوظ نمبر ۲۴۵)

''آج کل درویشی کے لباس میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو مخلوق کے دین پر ڈاکہ مارتے پھرتے ہیں، قسم قسم کے شعبدے اور طلسم دکھا دکھا کر پھنساتے پھرتے ہیں، ادھر لوگوں میں بھی عقل اور فہم کا اس قدر قحط ہوگیا ہے کہ ایسے ڈاکوؤں کو درویش اور بزرگ سمجھ کر ان کے ہاتھوں پر اپنے ایمان اور دین کو خراب و برباد کرتے ہیں، بھوپال میں ایک ایسے ہی درویش پہنچے، بڑے بڑے دنیاداروں کو اپنے تصرف سے جذب کرتے پھرتے تھے، اس زمانہ میں وہاں پر حافظ

ضامن صاحب کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف صاحب تحصیلدار بھی تھے ان کے پاس بھی وہ درویش پہنچے اور جا کر ایک کونے میں کھڑے ہو کر توجہ سے تصرف (اپنی قوتِ خیالیہ سے اثر ڈالنا) شروع کیا، حافظ صاحب کو اس کا احساس ہو گیا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں   کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہوں

شعر پڑھنا تھا کہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا، بے ہوش ہو گیا، ہوش آنے پر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور یہ کہا کہ میں بھی حضور کا شغال رنگین (رنگا گیدڑ) ہوں، رحم فرمایئے، معاف فرمایئے، حافظ صاحب نے کہا کہ جاؤ کیوں مخلوق کو گمراہ کرتے پھرتے ہو، ان باتوں کو چھوڑو، اتباعِ سنت اختیار کرو، پھر فرمایا کہ ایسے تصرفات مشق سے حاصل ہو سکتے ہیں، اس کا بزرگی سے کیا تعلق؟ یہ مسمریزم والے (کافر اور بددین لوگ) بھی کر لیتے ہیں، اصل چیز (شرعی) احکام کا اتباع ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں منزلِ مقصود سے بعید (دور) کر دیتی ہیں، اگر مضرِ مقصود (مقصود کے لئے نقصان دہ) بھی نہ ہوں مگر مقصود تو کسی حال میں نہیں، درجہ مقصودیت (مقصود ہونے کے درجہ) میں نہ کشف کوئی چیز ہے اور نہ کرامت نہ تصرف نہ کیفیت، ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو مگر اتباعِ سنت ہو بس مقصود حاصل ہے (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۷۸،۲۷۹، ملفوظ نمبر ۲۸۶)

''(دوکاندار اور جاہل) پیرجیوں نے لوگوں کے عقائد کا ناس کر دیا ہے، ان کی دوکانداری ٹھہری اور لوگوں کا دین برباد ہوا، ان کو تو اپنے نفع سے غرض، مردہ بہشت (جنت) میں جائے، یا دوزخ میں، انہیں اپنے حلوے مانڈوں سے کام، ان جاہل پیروں اور فقیروں کی بدولت بڑی ہی گمراہی پھیلی، اللہ بچائے جہل اور بدفہمی سے'' (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۶۶، ملفوظ نمبر ۶۵)

''بزرگی چند علامتیں (اور نشانیاں) عوام نے انتخاب کر رکھی ہیں، پھر آگے چاہے وہ ڈاکو ہی ہو، چور ہو، رہزن ہو، جھوٹا ہو، مکار ہو، فریبی ہو، مگر یہ (جاہلوں کی) درویشی (اور فقیری) ایسا بحر دخار سمندر رہے کہ اس کو کوئی (بڑے سے بڑا گناہ بلکہ کفریہ وشرکیہ قول وفعل بھی) ناپاک نہیں کر سکتا (نعوذ باللہ تعالیٰ) وہ علامتیں (اور نشانیاں) یہ ہیں کہ کپڑے رنگے ہوں، بڑے سے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو، کسی سے بات نہ کرتے ہوں، بڑا چوغہ زیب تن ہو، سر پر عمامہ ہو (پھر چاہے اندر کفر ہی بھرا ہو)'' (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۷۷، ملفوظ نمبر ۸۱)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بائیسویں وآخری قسط)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۸) (مؤرخہ ۸/ شعبان ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: آج کل بندہ پر حُزن وملال کی کیفیت طاری ہے۔

ارشاد: عشرت بپابندِ شریعت، اظہارِ ملامت، استعجاب ہوا۔ بس معروفات پر نظر اور منکرات سے حذر۔ عشرت ہی عشرت ہے۔

عرض: حضرت والا حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کا ایک ملفوظ مبارک ایسے موقع پر یاد آجاتا ہے کہ امور غیر اختیاری پر حزن وملال سے ترقی نصیب ہوتی ہے۔ **الحمد للہ تعالیٰ** عبادت میں بدستور شوق اور معمولات میں بفضلہٖ تعالیٰ مداومت ہے، قبض کی حالت نہیں ہے۔

ارشاد: خلوص اختیاری، صدق اختیاری، رضائے الٰہی کی نیت کے خلاف نہ ہونا یہ اخلاص ہے اور صدق، عمل کو اس کے آداب سے ملحوظ ہوکر ادائیگی یہ صدق ہے، بس الحمد للہ تعالیٰ حاصل ہے **شکراً للہ** معمول غیر اختیاری ترک ہوگیا عجب وکبر، جڑ گئی، نظر برحق۔

عرض: لیکن چونکہ احقر ہنوز سالک مبتدی کیا بلکہ ناکارہ وناأہل اور غافل غلام ہے، طریق کی ابھی ہوا بھی نہیں لگی، نہ ریاضتیں ہیں، نہ مجاہدے اور نہ اب اس کی ہمت وطاقت بوجہ ضعف وازدیادِ عمر۔

ارشاد: مطلوب استقامت ہے نہ مجاہدہ ونہ ریاضت، (اور وہ) بحمد اللہ تعالیٰ حاصل، حمداً للہ۔

عرض: بس حسرت ہی حسرت باقی ہے ع جوانی گئی زندگانی گئی۔

ارشاد: زندگی جوانی والی گئی، اعضاء ڈھیلے ہو گئے، اور طالبِ حق تو ہر وقت حیات بشاشت میں ہے، بفضلہٖ بکرمہٖ تعالیٰ زندگی بنی، گئی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں کام میں لگائے رکھیں، کاوش سے بچائے رکھیں سکون یہی ہے۔

عرض: جب سے حضرت کے ملفوظات میں صدق واخلاص کی تشریح کا مطالعہ کیا ہے تو اپنے کسی عمل میں یہ بات نہیں پاتا شرکِ خفی کا خیال رہتا ہے مثلاً ایک شب رساول کھالی تھی، طبیعت پر صبح کو گرانی اور امتلا محسوس کیا، اول وہلہ میں یہی خیال آیا کہ رساول کے سبب سے ایسا ہوا، معاً ایک بزرگ کی لیلۃ اللبن کا قصہ یاد آ گیا کہ یہ بات خلاف توحید ہے اور شرک خفی ہے پھر اپنے قصد سے قلباً اور لساناً ذات باری تعالیٰ کے ضار ونافع ہونے کا دھیان جمایا کیا اس طرح کرنے سے شرکِ خفی کا ازالہ ہو جائے گا۔ فقط والسلام احقر محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: انہوں نے تو ''نے'' کہا تھا آپ نے تو ''سے'' کہا اور وہاں اطلاق تھا نوعیت دعوے کی صورتاً اور یہاں اظہار عجز اور فریاد ہے بالمعنی دعا، اللہ تعالیٰ باسکون لگائے رکھیں، کاوش سے بچائے رکھیں، شیطانی سرگوشی سے نظرانداز رکھیں، جس کی تاکید ہے منجانب اللہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا النَّجْویٰ مِنَ الشَّیْطَانِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا شیطان مؤمنوں کو حزن پہنچانے کے لئے سرگوشی کرتا رہتا ہے مسلمانو! اس پر ہرگز التفات نہ ہو۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۳ ''حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ'')

میں ایک شہر سے دوسرے شہر کے لئے جہاز کے ذریعہ سے سفر فرما رہے تھے، حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اس سفر میں شریک تھے، جہاز میں حسبِ معمول جب کھانے پینے کی اشیاء لائی گئیں تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان اشیاء کے استعمال سے معذرت فرمادی اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس وقت ہم فلاں صاحب کے ہاں مہمان ہیں انہوں نے کھانے کا اہتمام کیا ہوگا، اب یہاں جہاز میں کھانے پینے سے میزبان کے یہاں پہنچ کر کھایا پیا نہیں جاسکے گا جس سے مہمان کی حق تلفی ہوگی، لہٰذا میں نے مہمان کی حق تلفی سے بچنے کے لئے معذرت کی ہے۔

❀ ...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک پسندیدہ عادت یہ تھی کہ جب کسی سے کوئی وعدہ فرماتے تو احتیاطاً ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ ''بشرطیکہ کوئی عذر پیش نہ آیا''۔

افسوس کہ بزمِ اشرف کا یہ آخری چراغ ۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ، ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء، بروز منگل دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا،، وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اب پھر امت کو حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ جیسے جری اور مردِ مجاہد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خلاء کا ملاء فرمائیں

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبہ کے سیاست وتحریکات میں شرکت کا نقصان

’’اب تو یہ حالت ہے اور اسی کی فکر ہے کہ میدان میں آنا چاہئے ،میدان میں آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حجرہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور میدان بھی ہاتھ نہیں آتا، پھر ان لوگوں کے نزدیک میدان میں آنے کے نہ کچھ شرائط ہیں نہ حدود ہیں، دیوانوں کی سی ایک بڑ ہے کہ میدان میں نکلنا چاہئے ،آنا چاہئے ، یہاں تک نوبت آ گئی کہ زبانوں پر یہ آتا ہے کہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کام کرنا چاہئے ، جولوگ ایسے ہیں وہ خود تو کسی کام کے رہے ہی نہیں اس پر غضب یہ ہے کہ خود تو مبتلا ہوئے ہی تھے بے چارے طالب علموں کو جو پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے ان کو بھی اس بلا میں مبتلا کر دیا اور میدان میں لا کھڑا کیا، یہ ایسا چٹیل میدان ہے کہ دانہ ہے نہ پانی ، نہ دنیا ہے نہ دین، اس بدنظمی اور بے ڈھنگے پن کی کوئی حد ہے، میری رائے یہ ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے ،اس میں سخت مضرت (نقصان) ہے آئندہ کے لئے ، جو کہ اس وقت محسوس نہیں ہوتی، آخر میں پوچھتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ (خالص دین کا) کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی، تم تو سب کچھ ہو، علماء ہو، مقتداء ہو، پیشوا ہو، تم ہی کرو جو کرنا ہے، مگر طلباء کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دو، تاکہ آئندہ دین کے احکام بتلانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے، کیا یہ خیال ہے کہ آئندہ دین کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، جیسا کہ کہتے ہیں کہ اب مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے، کوئی ان حضرات سے پوچھے کہ جو آپ مقتدا اور پیشوا کہلائے یا بنے وہ لکھنے پڑھنے ہی کی بدولت تو بنے اور اب (طالب علموں کو میدان میں لاکر اور سیاست میں مبتلا کر کے) اسی (لکھنے پڑھنے) کی جڑ کاٹ رہے ہو (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ا ص ۲۷، ملفوظ نمبر ۵)

معلوم ہوا کہ طلبۂ کرام کو سیاست اور تحریکاتِ حاضرہ میں شریک نہیں کرنا چاہئے ،اور انہیں یکسوئی اور پوری توجہ کے ساتھ دینی علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہنا چاہئے ، طالب علموں کے سیاست اور تحریکاتِ

حاضرہ میں شرکت سے ان کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ متأثر ہوگا اور ایسے طالبعلموں میں فارغ ہوکر دینی احکام بتلانے کی قابلیت پیدا نہ ہوگی۔

''ہمارے اکابر کا طریق تھا کہ تعلیم کے زمانہ میں کسی دوسری طرف توجہ کو سخت مضر (نقصان دہ) خیال فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ معلمین (اساتذۂ کرام) کے طرزِ عمل کا طلبہ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے، لہٰذا مدرسہ کے مدرسین کو بالخصوص طلبہ کی مصلحت (طلبہ کی مصلحت کی خاطر) سے سیاسیات سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور مدرسین کے دوسری طرف متوجہ ہونے سے تعلیم کا حرج بھی مشاہد (دیکھنے میں آیا) ہے۔ ایک ایسی جماعت کی بھی سخت ضرورت ہے جو محض (اور خالصتاً) علمِ دین کی خدمت کرے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَآتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (سورۃ الحج آیت ۴۱)

(ترجمہ) وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین کی حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ دیانات مقصود بالذات (یعنی بذاتِ خود مقصود) ہیں اور سیاسیات و جہاد مقصودِ اصلی نہیں بلکہ اقامتِ دیانت (جو کہ مقصودِ اصلی ہے اس) کا وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیانت اور احکامِ دیانت (جو کہ مقصودِ اصلی ہیں وہ) تو انبیاء علیہم السلام کو مشترک طور پر سب کو دیئے گئے اور سیاسیات و جہاد سب کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ جہاں ضرورت و مصلحت سمجھی گئی دی گئی ورنہ نہیں، وسائل کی یہی شان (اور یہی حالت) ہوتی ہے کہ وہ بضرورت ہی لئے جاتے ہیں۔

شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ دوسری آیات میں تو اس کے خلاف مضمون موجود ہے جس سے دیانت کا (مقصودِ اصلی کے بجائے) وسیلہ ہونا اور تمکین فی الارض اور سیاست کا مقصود ہونا سمجھ میں آرہا ہے اور وہ یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا

اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ(سورۃ النور آیت ۵۵)

(ترجمہ) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا۔

یہاں ایمان و عملِ صالح کو شرط قرار دیا جارہا ہے تمکین فی الارض کی، جس سے تمکین وسیاست کا مقصودِ اصلی ہونا لازم آتا ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ایمان اور عملِ صالح پر تمکین وشوکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بطورِ خاصیت کے شوکت کا دین پر مترتب ہونا ذکر فرمایا گیا ہے (تمکین وقوت اور شوکت کا مقصودِ اصلی ہونا بیان نہیں فرمایا گیا) پس دین پر سیاست وقوت موعود ہوئی۔ لیکن موعود کا مقصود ہونا (یعنی جس چیز کا کسی عمل کے نتیجہ میں وعدہ کیا گیا ہو اس کا مقصودِ اصلی ہونا) ضروری نہیں۔ ورنہ آیتِ کریمہ: (جو یہ ہے)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ(سورۃ المائدۃ آیت ٦٦)

(ترجمہ) اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

(اس آیت) میں جس میں اقامتِ توراۃ وانجیل وقرآن یعنی عمل بالقرآن پر وسعتِ رزق کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی اس آیت میں اللہ کی کتاب تورات، انجیل اور قرآن مجید پر عمل کرنے کے نتیجہ میں رزق کی وسعت کا وعدہ فرمایا گیا ہے) کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دین (یعنی اللہ کی کتاب پر عمل کرنے) سے یہ (یعنی رزق کا وسیع ہونا) مقصود ہے بلکہ (یہی کہا جائے گا کہ رزق کا وسیع ہونا) دین پر موعود ہے (مقصود نہیں) کہ دیندار بھوکا ننگا نہیں رہ سکتا۔ پس موعود کا (مقصود) ہونا ضروری نہیں (یعنی جس چیز کا کسی عمل کے نتیجہ میں وعدہ کیا گیا ہو، اس کا مقصودِ اصلی ہونا ضروری نہیں)

یہاں بھی (بعینہٖ اسی طرح) ایمان و عملِ صالح پر شوکت وقوت اور سیاست وغیرہ موعود ہیں جو بطورِ خاصیت اُس پر مرتب ہوں گی نہ کہ مقصود، جو اس کی غایت (غرض وانجام) کہلائے۔

Idara Ghufran

بہر حال واضح ہوا کہ سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے اور دیانت مقصودِ اصلی ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاست کسی درجہ میں بھی مطلوب نہیں بلکہ اس کا درجہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ خود مقصودِ اصلی نہیں۔اور دیانت خود مقصودِ اصلی ہے۔اسی بناء پر میرا خیال یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی بھی رہنی چاہئے جو خالص حفاظتِ دیانت اور تعلیمِ دین میں مشغول ہو اور وہ جماعت اہلِ مدارس ہی کی ہوسکتی ہے (دین کی حفاظت اور تعلیمِ دین میں مشغول ہونے کا کام کوئی اور جماعت اہلِ مدارس کے علاوہ انجام نہیں دے سکتی اور اس کے برخلاف سیاست، جہاد وغیرہ جیسے وسائل کا کام دوسری جماعتیں اور دوسرے لوگ بھی انجام دے سکتے ہیں) اسی لئے میری پختہ رائے یہ ہے کہ طلبہ کو سیاسیات میں مبتلا نہ کیا جاوے۔طلبہ اگر ان قصوں میں پڑ گئے تو وہ تعلیم سے بھی جاتے رہیں گے اور تربیت بھی اُن کی نہ ہوگی۔چنانچہ جب سے طلبہ کو اس (سیاست کے) سلسلہ میں ڈال دیا گیا ہے ان میں آزادی پیدا ہوگئی اور اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ہی لوگ (یعنی علماء و مدرسین) ہر وقت ان کی طرف سے متفکر اور خائف رہتے ہیں۔میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ کہا اور اب پھر کہہ رہا ہوں لیکن میں اس کے قبول کے آثار نہیں دیکھتا'' (تتمہ اشرف السوانح، ج۴ص ۲۸و ۲۹)

اس وقت ہمارے ملک کے عام علماء و مدارس میں جو سیاسی فضا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے اب اکثر طلبہ سیاسی میدان اور تحریکاتِ حاضرہ سے محفوظ نہیں رہے، یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ مروجہ درسِ نظامی کے اسباق کی عین تدریس کے دوران کسی نہ کسی طرح گُھما پھرا کر بات کو مروجہ سیاسیات میں لیجایا جاتا ہے، بہت سے اہلِ علم حضرات کی عوامی تقریرات اور بیانات کا موضوعِ بحث ہی سیاست بن گیا ہے۔

دینی مدارس میں سیاسی تحریکات کے عنوان پر طلبہ کی ممبر سازی کی جاتی ہے اور طلبہ کو تحریکات کے عہدے سپرد کیے جاتے ہیں، جو طلبہ اسباق، تکرار اور مطالعہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے اور اس سلسلہ میں اپنی صلاحیتوں کو استعمال نہیں کرتے وہ سیاسی تحریکات کے میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ طلبۂ کرام کا جو اصلی وظیفہ تھا یعنی ٹھوس اور ٹھیٹھ دینی علم، اس میں روز بروز تنزلی پیدا ہوتی جارہی ہے اور آنے والی نسل میں رجالِ کار پیدا ہونے کا فقدان ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔اور اس کے نتیجہ میں دین کی حفاظت کا عمل بھی یقینی طور پر متاثر ہوتا نظر آرہا ہے۔علماء کو چاہئے تو یہ تھا کہ سیاست کو دینی بنانے کی کوشش کرتے اس کے بجائے انہوں نے دین کو سیاسی بنا دیا ہے (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ)

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط ۴)

برصغیر میں مروجہ عصری تعلیم کے اس نظام کو قائم ہوئے جس کا گذشتہ سطور میں جائزہ لیا گیا ہے، ابھی بمشکل ڈیڑھ صدی گذری ہوگی، جبکہ دینی وفنی ہر قسم کی تعلیم کا دیسی ومقامی سسٹم وسلسلہ اسلامی ہندوستان میں روزِ اول ہی سے قائم رہا ہے جس کی دھندلی سی شکل اس پورے خطے میں قائم اسلامی مدارس میں رائج درسِ نظامی کی صورت میں آج بھی موجود ہے اور سیکولر حکومتوں اور طاغوتی طاقتوں کے ساتھ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے جو اس کو مٹانے کے درپے ہیں۔ یہاں ہم برصغیر کے اسلامی نظامِ تعلیم کا بھی تھوڑا سا تعارف اور پسِ منظر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کی وسیع باضابطہ حکومت برصغیر کے اس خطے میں چھٹی صدی ہجری (۵۹۰ھ کے لگ بھگ) میں سلطان شہاب الدین غوری کی فتوحات کے نتیجے میں قائم ہوئی، جبکہ سندھ ومغربی پنجاب تو پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہی اسلام کے دامن میں آچکے تھے۔ اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اپنی آفاقی تعلیمات کے پورے پورے اثرات اس خطہ میں زندگی کے ہر ہر شعبہ پر ڈالے، تجارت وتعمیرات اور تہذیب وثقافت سے لے کر وعظ وارشاد اور تعلیم وتعلم کے سلسلوں تک مسلمانوں کی عملداری اور اسلام کے اثرات یہاں کے رگ وریشے میں بہت جلد سرایت کر گئے، تعلیم وتعلم کا سلسلہ اسلام کے رشد وہدایت کے نظام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی آفاقی تہذیب وثقافت کا بھی لازمی جزء ہے، حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کے پہلے لفظ ''اقرء'' سے ہی اسلام کے علمی وتعلیمی مزاج کا اظہار بلکہ اعلان ہوگیا تھا، اور وحی الٰہی کے مجموعے کو اس وحی کے نازل کرنے والے رب نے قرآن مجید کا نام دے کر اس صحیفے کی حیثیت وافادیت کے ساتھ ساتھ اس کے ماننے والوں کا فریضہ ووظیفہ بھی بتلادیا کہ یہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور پڑھنے کے لئے بھیجی جارہی ہے اور پھر اپنے نبی کے ذریعے امیینِ محض کو جن کو اپنی بدوی وقبائلی زندگی کی وجہ سے پڑھنے پڑھانے سے دور کی بھی مناسبت نہیں تھی اس کی تعلیم دلوا کر تعلیم کا نمونہ وطریقہ کار بھی واضح کردیا اور اس کے اثرات وتاثیرات کا معجزہ بھی دنیا کو دکھادیا [1]

---

[1] هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (الجمعة آیت ۲)، یہ آیت اسی نبوی تعلیم وتربیت کے نظام کا عنوان جلی ہے جس کے فیض یافتگان صحابہ کرام کی قدوسی جماعت ہے اور پھر انہوں نے اس فیض سے ساری دنیا کو فیض یاب کیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

آسمان سے اترنے والا یہ تعلیمی نصاب کچھ ایسا زندگی سے بھرپور اور فیوضات کا خزینہ ہے کہ سب سے پہلے ایک یتیم امی (فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ نصاب پڑھایا گیا پھر اس امی کو استاد بنا کر عرب وعجم کے امیوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو یہ نصاب پڑھایا گیا، اور تعلیم وتربیت کا یہ عمل یہ تجربہ کرنے کے لئے کسی بہت بڑی یونیورسٹی یا جامعہ کی ضرورت پیش نہیں آئی جہاں لمبے چوڑے لیکچر ہال، وسیع وعریض بورڈنگ ہاؤس (دارالاقامۃ) ہوں جس طرح آج کل مشرق ومغرب کی جدید دانش گاہوں کا نقشہ ہے کہ بقولِ شخصے ایک شاندار عظیم الشان عمارت ہو، مختلف علوم وفنون کے ماہرین کا ایک گروہ ہو، لیکچروں کا ایک سلسلہ ہو۔ چند محدود گھنٹوں کے لئے یہ چیزیں فراہم ویکجا ہو جائیں، تو ایک سکول، کالج یا یونیورسٹی وجود پائے، اور ان چند گھنٹوں کے علاوہ وہ عمارت بے جان قالب بنی رہے، ہماری گذشتہ دو تین نسلوں نے بالعموم تعلیم کا یہی نقشہ دیکھا ہے (اس لئے قدیم نظامِ تعلیم کی صحیح تصویر ان کو ذہن نشین کرانا بھی کارے دارد) اس نبوی مکتب کا حال تو یہ تھا کہ کھجور کے تنوں پر کھڑی ایک چھپر نما مسجد تھی اور اس کے پہلو میں ایک تھڑہ نما چبوترہ (صفہ) تھا بس یہی لیکچر حال تھا، یہی بورڈنگ ہاؤس تھا اور یہی چھپر سارے اجتماعی وانفرادی تعلیمی وتربیتی، تہذیبی ومعاشرتی شعبوں کا مرکز ومحور تھا، جب یہاں سے فیض یافتگان کی پہلی کھیپ تیار ہو کر نکلی تو مشرق ومغرب کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی، فارس وروم کے دانش کدوں میں خاک اڑنے لگی، ایران ویونان کے کتب خانے اپنی رونق کھو بیٹھے، اور قیصر وکسریٰ کے قوانین وفرامین اور ان کی سلطنتوں کے آئین ودساتیر بے آبرو وبے حیثیت ہوتے چلے گئے۔ ؎

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا ہوا جس سے اسلام بول بالا
بتوں کو عرب وعجم سے نکالا ہر ایک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر جمے ایکجا سارے دنگل بچھڑ کر

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے ہمارے جامع الصفات آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیمی شان کو بوستاں کے نعتیہ شعر میں یوں آشکارا کیا ہے ؎

یتیمے کہ نا کردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست [1]

صدرِ اسلام کے مسلمان عرب سے نکل کر جہاں جہاں پہنچے وہاں تعلیم وتعلم کے حلقے قائم کرنا ان کی اولین ترجیح رہی تاکہ اسلام جس کی دعوت ساری انسانیت کے لئے ہے اور جس کی روشنی سارے ملکوں اور علاقوں اور ساری دنیا کے لئے ہے اور جس کا فیض قیامت تک سارے زمانوں کے لئے ہے اس کی تعلیمات سب انسانوں کو برابر پہنچتی رہیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ علم کے بغیر اس آفاقی اور ہمہ گیر دین کے مطالبات کو جو زندگی کے ہر ہر شعبے کو شامل ہیں اور فرد کی ہر ہر حالت وحیثیت کو زیرِ بحث لاتے ہیں کیونکر سمجھا جاسکے گا اور کس طرح پورا کیا جاسکے گا؟

اس طرح اسلام کا رقبہ جتنا بڑھتا گیا، آفاقِ عالم میں مسلمانوں کی حدود مملکت جتنی وسیع ہوتی گئیں اور قوموں کی قومیں جس کثرت وتواتر سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتی گئیں اتنا ہی تعلیم وتعلم کا یہ ذوق وسیع ہوتا گیا، مسجد اسلامی تہذیب ومعاشرت کا لازمی عنصر ہے اور اسلام نے اسے ایسا ہمہ گیر ادارہ قرار دیا ہے کہ ذکر وعبادت کی سرگرمیوں، تعلیم وتعلم کے حلقوں سے لے سیاسیات جیسے امورِ جہانبانی، سلطانی وحکمرانی جیسے وسیع الجہت کام اور دفاع واقدام جیسے عسکری معاملات یہیں سے فیصل ہوسکتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی علمی وتعلیمی مجالس اور ذکر وعبادت کے حلقے مسجدِ نبوی کے صحن میں جمتے تھے تو ان کا جی ایچ کیو بھی اسی مسجد کے ایک کونے میں قائم تھا، بدر واحد کے حق وباطل کے معرکوں کے فیصلے اور فارس وروم کے قہرمانوں سے دست وگریبان ہونے کے لئے فوجوں اور لشکروں کی تشکیل وشیرازہ بندی اسی چھپر نما چھت کے نیچے ہوتی تھی، مسلمان اسلام کا پھریرا لہراتے ہوئے جہاں بھی پہنچے مسجد کا یہ ادارہ اور صفہ کا یہ چبوترہ بھی ساتھ پہنچا، ہر نو مفتوحہ علاقے میں تمدنی زندگی کا سنگِ بنیاد اسی ادارہ کی بنیادیں کھود کر رکھا گیا، اور اس ادارہ کے ساتھ اس کے مشاغل ومعمولات یعنی ذکر وعبادت اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم وتعلم کے حلقے بھی پہنچے، مسلمان مشرق میں ثمرقند وبخارا اور کاشغر پہنچے تو مغرب میں یورپ کی طرف جبرالٹر پار کر کے اندلس میں اور افریقہ کی طرف بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک پہنچے، ان سب علاقوں میں تہذیب وتمدن کے ساتھ ساتھ تعلیم وتعلم کی بھی بہار آئی، ابتداء میں مسلمانوں کے علوم میں دوسری قوموں کے عقلی فنون ومعلومات اور خود مسلمانوں کے اپنے تجرباتی علوم جیسے منطق، فلسفہ، ریاضیات، فلکیات وغیرہ

[1] ایک ایسا یتیم جس نے الف با بھی کسی سے نہ پڑھی تھی، لیکن علوم کا وہ فیض جاری کیا کہ قوموں اور ملتوں کے کتب خانوں کے کتب خانے دھوڈالے۔ (راقم کے ذوق کے مطابق اس شعر پر پورے پورے دیوان قربان کئے جاسکتے ہیں)

کی آمیزش نہیں ہوئی تھی، تفسیر، حدیث، لغت اور قرآن وحدیث سے متعلقہ دوسرے علوم علمِ قراءت، علم الاسناد (یعنی فنِ رجال جو کہ راویوں کی جرح وتعدیل کا علم ہے) علم فقہ (کہ جو بھی نیا مسئلہ پیش آجائے جس میں صریح نص قرآن وحدیث سے نہ ملے اس میں قرآن وحدیث کے اصولوں سے حکم کا استنباط کرنا) اور اسی طرح صرف ونحو یعنی عربی گرائمر کا علم جو بذاتِ خود عربی زبان کی وسعت کے اعتبار سے کافی وسیع علم ہیں، ان علوم میں خیر القرون اور اس کے قریبی زمانے کے مسلمانوں نے جس طرح جانیں کھپا کر ان علوم کو محفوظ کیا، مدون ومنقح کیا اور ان کے اصول وفروع مرتب کئے وہ بذاتِ خود اسلام کا ایک معجزہ ہے، اور ان علوم میں سے خصوصاً علمِ حدیث (متن وسند دونوں اعتبار سے) سے شغف اور جانفشانی وعزیمت کی جو داستانیں مسلمانوں نے رقم کیں، انسانی تاریخ پہلے یا آئندہ اس کی کوئی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ [1] ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے اور سیکھنے کے لئے ایک ایک مہینے کی مسافت طے کر کے پہنچنے کے واقعات خود صحابہ کرام کے طبقے سے ملتے ہیں، تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ خیر القرون کے زمانوں میں حجاز وغیرہ میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عراق میں کوفہ، بصرہ، بغداد، شام میں دمشق، حلب وغیرہ، ایران میں نیشاپور، رے، طوس، خراسان میں ہرات، بلخ اور آمو پار یعنی ماوراء النہر میں ثمرقند، بخارا، وغیرہ علمِ دین کی نشر واشاعت کے بڑے مراکز تھے، یہاں تمام اسلامی علوم خصوصاً علمِ حدیث کے غلغلے بلند تھے، دور دراز ملکوں سے علم کے پیاسوں کے قافلے یہاں پہنچتے تھے اور ایک گھاٹ کا سارا علم پی کر بھی ان کی تشنہ لبی کم نہ ہوتی، پھر دوسرے پھر تیسرے گھاٹ کا رخ کرتے، چاروں ائمہ فقہاء اور صحاحِ ستہ کے مصنفین اور ان ابتدائی صدیوں کے دوسرے محدثین وفقہاء اور دیگر مشاہیر اہلِ علم کے جو طلبِ علم کے لئے دور دراز ملکوں کے سفر کرنے اور سخت سے سخت آزمائشوں سے گذرنے اور سختیاں جھیلنے کے جو حالات ان کی سوانح اور تاریخ کی کتب میں ملتے ہیں ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دین کی کیا عظمت ہے اور تعلیم وتعلم کی کیا اہمیت اور کیا مقام ہے؟ اور یہ کہ دین کی ایک ایک بات ہو بہو کس طرح محفوظ ہوئی، اور قرآن کی آفاقی تعلیمات کو آفاق میں عام کرنے کا مرحلہ صدرِ اسلام کے لوگوں نے کس طرح جان جوکھوں میں ڈال کر طے کیا۔ (جاری ہے..........)

---

[1] علمِ حدیث سے اس درجہ شغف کی بہت سی بنیادی وجوہات ہیں مثلاً ایک تو قرآن کو سمجھنا خود حدیث پر موقوف ہے، اور احکام کی تفصیلات سب احادیث سے معلوم ہوتی ہیں، اور پھر باطلین ودشمنانِ اسلام روپ بدل بدل کر من گھڑت احادیث معاشرے میں پھیلانے لگے جو تحریف کا دروازہ تھا، اس کی جانچ پڑتال کے لئے فنِ رجال وعلم الاسناد کی سخت گیر کسوٹی قائم کی گئی۔

تذکرۂ اولیاء

مولوی عبدالسلام

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تصوف کے چار مشہور سلسلوں میں سے ایک ہے، یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، خواجہ بہاء الدین آٹھویں صدی ہجری (۷۲۸ھ تا ۷۹۱ھ) کے بزرگ ہیں حضرت خواجہ سے پہلے یہ سلسلہ خواجگان کہلاتا تھا، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور آپ سے پہلے کے مشائخ وسطی ایشیا (ازبکستان) کے تھے، حضرت خواجہ کا مزار آج بھی ازبکستان میں بخارا کے مضافات میں قصرِ عارفاں کے مقام پر مرجع خلائق ہے، اسی طرح آپ کے شیخ خواجہ سید امیر کلال اور اوپر کئی پشتوں تک اس سلسلہ کے دیگر مشائخ بھی اسی خاک ثمرقند و بخارا سے اٹھے تھے اور وہیں آرام فرما ہیں، حضرت خواجہ تصوف وطریقت اور باطنی اصلاح کے میدان میں مجتہد اور امامِ وقت تھے آپ نے اس سلسلہ میں سنت کی اتباع اور شریعت کی پیروی کا نقشہ اور زیادہ گہرا کر دیا، اور اس سلسلہ کو نئی زندگی بخشی، اس لئے آگے چل کر یہ آپ کے اسم گرامی سے ہی موسوم ہو گیا، آپ نے اس سلسلہ کے اشغال ومعمولات میں جو مزید اصطلاحات قائم فرمائیں ان میں تین اہم یہ ہیں:

(۱)......وقوفِ زمانی (۲)......وقوفِ قلبی (۳)......وقوفِ عددی۔

جن کا حاصل غفلت و بے فکری سے پرہیز، ذکر میں طاق عدد کی رعایت، اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے مکمل اجتناب ہے، آپ سے پہلے اس سلسلہ کے مشائخ میں سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ (متوفی ۵۷۵ھ) نے آٹھ اصطلاحات ومعمولات کو منضبط کر کے اس سلسلہ کا اصلاحی نصاب گویا ترتیب دیا تھا، وہ اصطلاحات یہ ہیں:

(۱)......ہوش دردم (۲)......نظر برقدم (۳)......سفر در وطن (۴)......خلوت درانجمن (۵)......یادکرد (۶)......بازگشت (۷)......نگہداشت (۸)......یادداشت۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ''القول الجمیل'' میں نقشبندیہ کے اذکار کے زیرِ عنوان ان اصطلاحوں کی شرح فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین سے پہلے اس سلسلہ میں ذکر خفی و ذکر جلی ملا جلا شامل تھا، اس لئے اس سلسلہ کے

Idara Ghufran

لوگ ’’علانیہ خواں‘‘ بھی کہلاتے تھے،لیکن خواجہ نقشبند نے ابتداء ہی سے ذکرخفی اختیارفرما کرآگے عام فرمایا،وسطی ایشیا کے خطہ یعنی سرزمینِ ثمرقند و بخارا اورتمام ماوراء النہر میں یہ سلسلہ بہت عام ہوا،اور باقی اسلامی ممالک میں بھی اس کوفروغ حاصل ہونے لگا،ہندوستان میں یہ سلسلہ دسویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ پہنچا،جبکہ باقی تینوں سلاسل چشتیہ،قادریہ،سہروردیہ صدیوں پہلے یہاں پہنچ کرملک کے چپہ چپہ میں دین اسلام کی اشاعت اورمسلمانوں کی اصلاح اورقرآن وحدیث کے علوم وہدایت کی تعلیم وترویج میں ہمہ تن مشغول تھے(چشتیہ وسہروردیہ کی اس سرزمین میں سنہری خدمات کامختصر تذکرہ انہی صفحات میں بیان ہوچکاہے)حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ اورآپ کے بعدآپ کے خلیفہ حضرت مجددالف ثانی رحمہ اللہ اور پھران کے خلفاء نے اس سرزمین میں دعوت وارشاداوردین کی تجدید واشاعت کے جوسنہرے کارنامے سرانجام دیئے،وہ گیارہوں صدی ہجری اوراس کے بعد ہندکی تاریخ کے بہت ہی زیادہ روشن ابواب ہیں،اورحضرت مجددصاحب نے اپنی تجدیدکا جورنگ اس سلسلہ میں بھرااس نے نقشبندیہ سلسلہ کواوربھی امتیاز بخشا۔حضرت باقی باللہ حضرت مجددالف ثانی رحمہ اللہ کے شیخ ومرشد تھے،حضرت باقی باللہ اورخواجہ نقشبند کے درمیان چھ پشتیں ہیں،یعنی خواجہ باقی باللہ سے اوپر مشائخ بالترتیب یہ ہیں:حضرت خواجگی امکنگی،حضرت خواجہ درویش محمد،حضرت خواجہ مولانا محمد زاہد،حضرت خواجہ عبیداللہ احرار،حضرت خواجہ مولانایعقوب چرخی،حضرت خواجہ علاء الدین عطارحمہم اللہ آگے حضرت خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبندرحمہ اللہ ہیں۔اورحضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ سے اوپر سلسلہ کے مشائخ یہ ہیں،حضرت خواجہ نقشبند کے شیخ حضرت میرکلال،حضرت خواجہ محمد بابا سماسی،حضرت خواجہ علی رامیتنی،حضرت خواجہ محمودانجیرفغنوی،حضرت خواجہ عارف یوگری،حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی،حضرت خواجہ یوسف ہمدانی،حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی،حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی،حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی،حضرت سیدنا جعفرصادق رحمہم اللہ ،حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ،حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ،آگے حضرت سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ یہ سلسلہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتاہے جبکہ دیگرتین سلاسل حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت سیدناعلی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔حضرت خواجہ نقشبندرحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اس جدیدسلسلہ کا(یعنی جس کوآپ نے اضافات وترمیمات کے ساتھ منقح فرمایا)خاصہ کیاہے توفرمایا

کہ سب طریقت کے سلسلے نور علیٰ نور ہیں، اور سب اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، البتہ یہ جو طریقہ مجھے منجانب اللہ نصیب ہوا ہے اس میں آسانی بہت ہے، اور وصول الی اللہ بھی اس میں جلدی ہو جاتا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے ''مامرادانیم مافصلیانیم'' کہ ہم مطلوبوں میں سے ہیں اور ہم فضل والوں میں سے ہیں ملا جامی رحمہ اللہ (مصنف شرح جامی) جو خواجہ عبید اللہ احرار جامی رحمہ اللہ کے باکمال مرید تھے کی نفحات الانس نقشبندیہ سلسلہ کی اہم کتاب ہے، ملا جامی کی سلسلہ نقشبندیہ کی مدح میں یہ نظم مشہور ہے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند — کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
تو نقش نقشبنداں را چہ دانہ — تو شکل پیکر جاں را چہ دانی
گیاہ سبزہ داند قدر باراں — تو خشکی قدرِ باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست — حقائقہائے ایماں را چہ دانہ

ترجمہ: (۱) نقشبندیہ عجیب میر کارواں قوم ہے کہ ایک خفیہ و پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم پہنچا دیتے ہیں۔
(۲) تو نقشبندیوں کے آثار و نقوش کو کیا جانے کہ روح مجسم کی ھیئت و تصویر کو تو کیا سمجھے۔
(۳) سر سبزہ ہی بارش کی قدر کو جانے، تو خشک بھُس ہے بارش کی کیا قدر جانے۔
(۴) تجھے تو ابھی کفر و ایمان کے امتیاز کی خبر نہیں، ایمان کی باریکیوں کی کیا خبر جانے۔

پاکستان میں اس وقت خانقاہ کندیاں شریف اور مرشدِ وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سلسلہ نقشبندیہ کی آب و تاب کو قائم رکھے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ دیگر مشائخ بھی اس سلسلہ کے اپنی اپنی جگہ خدمتِ دین اور سالکین کے تزکیہ و اصلاح میں مشغول ہیں (مآخذ و مراجع: تاریخ دعوت وعزیمت ج۴، تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ، رودِ کوثر)

پیارے بچو! مفتی ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

صبر اور بے صبری کا پھل

پیارے بچو! ریحان جس کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی، اور وہ پاکستان کے شہر راولپنڈی میں رہتا تھا، ریحان ابھی مدرسہ سے پڑھ کر اپنے گھر آیا تھا، عصر کی نماز ہو چکی تھی، ریحان کی والدہ ریحان کی بہن سلمہ کا سبق سُن رہیں تھیں، ریحان نے گھر آتے ہی بھوک لگنے کا شور مچانا شروع کر دیا، والدہ نے کہا ''بیٹا تھوڑی دیر صبر کیجئے، آپ کی بہن کا سبق سُن رہی ہوں ابھی آپ کو کھانا دیتی ہوں'' مگر ریحان بہت جلد بازی کا عادی تھا، صبر تو اس کو کرنا آتا ہی نہ تھا، اس لئے ریحان سے صبر نہ ہوا اور خاموشی سے برآمدہ میں رکھے ہوئے فریج کو کھول کر اس میں رکھے ہوئے ٹھنڈے چاول کھالئے، ریحان کی والدہ کو جب پتہ چلا کہ ریحان نے فریج سے نکال کر ٹھنڈے چاول کھالئے ہیں تو ریحان کو اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ تم کو اتنی جلدی کیا لگی ہوئی تھی، کیا تم سے ذرا سی دیر کا بھی صبر نہیں ہو سکا، سردی کا موسم ہے اور شام کا وقت ہے اور تم نے ٹھنڈے اور ٹھہرے ہوئے سخت چاول کھالئے ہیں، جس سے تمہاری طبیعت خراب ہونے کا ڈر ہے، اگر تمہیں کھانے کی اتنی جلدی لگی ہوئی تھی تو کم از کم مجھے بتلا دیا ہوتا میں تمہاری بہن کا سبق چھوڑ کر پہلے تمہیں کھانا دے دیتی۔ خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب رات کو سونے کا وقت ہو چکا تھا، ریحان اور اس کے سب بھائی بہن سو چکے تھے، اور ریحان کے امی، ابو بھی سونے کے لئے لیٹ چکے تھے، اچانک ریحان کو پیٹ میں بے چینی محسوس ہوئی اور وہ اپنے بستر سے لڑکھڑاتا ہوا تیزی سے اٹھا، زور سے دورازہ کھولا اور باہر جا کر بیت الخلاء میں چلا گیا۔ ریحان کے اس طرح اٹھنے اور زور سے دروازہ کھول کر باہر جانے کی آواز سُن کر اس کے امی ابو بھی گھبرا کر اٹھ گئے۔ ریحان کے ابو دن بھر کام کاج میں لگے رہنے کی وجہ سے کافی تھک چکے تھے اور انہیں سخت نیند آ رہی تھی، مگر ریحان کے اس طرح اٹھنے کی وجہ سے ان کی نیند بھی اڑ گئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد ریحان بیت الخلاء سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا، ریحان کی والدہ نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے، ریحان بولا کہ کچھ نہیں پیٹ میں گڑ بڑ ہو رہی تھی اور مجھے دست آیا ہے، ریحان کی والدہ نے کہا کہ بیٹا تم نے کھانے کے لئے جو صبر نہیں کیا تھا اس کی وجہ

Idara Ghufran

سے تمہیں یہ پریشانی پیش آئی ہے، اور مجھے پہلے ہی تمہاری طبیعت کے خراب ہونے کا ڈر تھا۔

ریحان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا، مگر ابھی زیادہ احساس نہیں ہوا تھا، ریحان اب اپنے بستر پر آ کر دوبارہ سونے کی تیاری کر رہا تھا، تھوڑی دیر میں ریحان کو نیند آ گئی، اور اس کے امی ابو کی بھی آنکھ لگ گئی، مگر تھوڑی دیر بعد ہی ریحان کو الٹی آنے کا دورہ پڑ گیا اور ریحان نیند سے جاگ گیا، ریحان پہلے کی طرح فوراً تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا برآمدہ میں پانی کی ٹونٹی والی جگہ آیا، جہاں اسے بہت سخت الٹی ہوئی، ریحان کے اس طرح اٹھ کر تیزی سے بھاگنے، دروازہ کھولنے اور الٹی کرنے کی وجہ سے اس کے امی ابو کی بھی نیند سے آنکھ کھل گئی، ریحان کی والدہ نے اٹھ کر ریحان کا منہ صاف کیا اور الٹی والی جگہ پانی بہایا اور ریحان کو دوبارہ اپنی غلطی یاد دلا کر ڈانٹ ڈپٹ کی، اور اپنے بستر پر جا کر لیٹ جانے کا کہا، ریحان اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا، مگر اس کا جی برابر متلا رہا تھا، پیٹ میں سخت بے چینی ہو رہی تھی، تھوڑی دیر بعد ریحان کو دوبارہ الٹی آئی اور یہ سلسلہ رات کے آخری حصہ تک اسی طرح چلتا رہا، نہ ریحان خود سکون سے سو سکا، نہ اس کے امی ابو سو سکے۔ ریحان نے ذرا سی دیر صبر نہیں کیا جس کا نقصان یہ ہوا کہ اس کی رات بھی خراب ہوئی اور اس کے امی ابو کی بھی، ریحان جب بھی الٹی کرنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھ کر دوڑتا، ریحان کی والدہ کو بھی ساتھ اٹھنا پڑتا تھا۔ جب ریحان نے خود اپنی طبیعت کی یہ حالت دیکھی اور پریشانی کا سامنا کیا اور اوپر سے اپنی والدہ کی ہر مرتبہ ڈانٹ بھی کھائی تب جا کر ریحان کو اپنی غلط حرکت پر شرمندگی ہوئی، اور آئندہ کے لئے ریحان نے ایسی حرکت نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

پیارے بچو! تم نے ریحان کی جلد بازی اور بے صبری کا واقعہ سُن لیا کہ وہ ذرا سی جلد بازی اور بے صبری کی وجہ سے کتنا پریشان ہوا، اور اپنے امی، ابو کو بھی پریشان کیا، اگر ریحان تھوڑی دیر صبر کرتا تو اس کی والدہ اسے تازہ کھانا تیار کر کے دے دیتیں، جس سے وہ خود بھی سکون میں رہتا، اور دوسرے بھی پریشان نہ ہوتے۔

اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے کہ کھانے پینے یا دوسری ضرورت کے وقت کبھی بھی جلد بازی اور بے صبری نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اپنے اوپر قابو رکھنا چاہئے، اگر تم ایسا کرو گے تو کئی پریشانیوں اور الجھنوں سے بچ جاؤ گے، کیونکہ ''صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے'' اور ''بے صبری کا کڑوا'' اگر درخت سے کوئی پھل پکنے سے پہلے ہی توڑ کر کھانا چاہے تو وہ میٹھا اور ذائقہ دار نہیں ہوتا، کچا ہونے کی وجہ سے اس کا ذائقہ خراب ہوتا ہے، اور جو کوئی پھل پکنے کا انتظار کرے اور صبر سے کام لے تو اس کو ذائقہ دار اور میٹھا پھل کھانے کو ملتا ہے، اسی لئے بڑوں کی یہ کہاوت مشہور ہوئی کہ ''صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے'' اور ''بے صبری کا کڑوا''

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

داڑھی والے شوہر سے نفرت

اسلامی شعائر میں سے آج کے دور میں ایک مظلوم چیز داڑھی ہے، جس پر اس صدی میں عموماً عالمِ اسلام اور خصوصاً عالمِ کفر کی طرف سے جتنے نشتر چلائے گئے وہ شاید کسی اور چیز پر مشکل ہی ملیں گے۔ روزمرہ لاکھوں کے حساب سے صبح اٹھتے ہی بے دردی کے ساتھ ذبح ہونے والی چیز رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی پیاری سنت اور شریعت کا ایک ایسا واجب اور فطری عمل ہے جس کی خلاف ورزی سے چوبیس گھنٹے گناہ کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس کو تراش کر اور کاٹ کر گندی نالیوں میں بہا دیا جاتا ہے۔

(نعوذ باللہ من ذلک)

مَردوں کے لئے داڑھی رکھنا واجب ہے اور اسکی مقدار ایک مشت (مٹھی) ہے۔ داڑھی تمام انبیا کا متفقہ اور مستقل معمول اور خود ہمارے آخری نبی آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل ہے، داڑھی اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت اور بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں امتیاز و فرق کرنے والی ہے، اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے، اور حضور ﷺ نے اسے فطرت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے اپنی امت کو داڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے' لہٰذا داڑھی بڑے احترام کی چیز ہے اور اس کا رکھنا واجب اور ضروری ہے، اس کو منڈانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

لیکن جب کافروں اور فاسقوں کے اندھے فیشن کے پیچھے چلا جائے تو انسان کی فطرت بگڑ جاتی ہے، اسی فطرت کے بگاڑ کی وجہ سے آج داڑھی کو چہرے کی خوبصورتی کے بجائے بدصورتی سمجھا جانے لگا ہے، کیونکہ فیشن ایسی چیز ہے کہ وہ ذہن کی فطری صلاحیتوں کو مسخ کر دیتا ہے۔

ہمارے بگڑے ہوئے معاشرے میں داڑھی کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے اور داڑھی کو کیا حیثیت دی جاتی ہے، اور اس کو کس نظریہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا کچھ اندازہ آپ کو مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوگا۔

ایک مرتبہ میرے پاس شرعی وضع قطع کے مالک اور ادھیڑ عمر کے ایک صاحب تشریف لائے، ظاہری حلیے اور اوپر کی حالت سے دیندار اور شریف انسان معلوم ہو رہے تھے، ان صاحب نے آتے ہی مظلومیت کے

انداز میں گفتگو شروع کی۔

''آج کل میں اپنی جوان سالہ بیٹی کے رشتہ کے سلسلہ میں سخت پریشان ہوں، کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا، جبکہ میری بیٹی نہایت شریف، پڑھی لکھی اور دیندار نماز، روزہ کی پابند اور باحیا لڑکی ہے، لہٰذا ہو سکے تو مجھے ایک مصیبت زدہ آدمی سمجھتے ہوئے مدد کریں، ممکن ہو تو کوئی عمل اور وظیفہ بتا دیں اور آپ کے علم میں کوئی مناسب رشتہ ہو تو اس کی بھی رہنمائی فرمائیں اور ساتھ ساتھ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری مشکل آسان فرما دیں''

ان صاحب کی مندرجہ بالا گفتگو اور بات چیت سننے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا اور لگا کہ شاید یہ صاحب کوئی شریف اور سیدھی سادی طبیعت کے انسان ہیں، اور آج کل کے حالات میں ایسے شریف اور سیدھے لوگوں کو اس قسم کی مشکلات کا پیش آنا کوئی بعید اور اجنبی بات نہیں، اس لئے ان صاحب کی ممکنہ مدد کرنا وقت کا اہم تقاضا اور بہت بڑے کارِ خیر کی بات ہے، میں نے ان صاحب سے معلوم کیا کہ آپ کو کس قسم کا رشتہ مطلوب ہے اور آپ کی کیا شرائط ہیں، ان صاحب نے سادے اور بھولے انداز میں جواب ارشاد فرمایا...... ہماری تو کوئی بھی شرط اور ڈیمانڈ نہیں، بس اتنا کافی ہے کہ لڑکا شریف، دیندار طبیعت کا مالک اور برسر روزگار ہو، اور بیٹی کے مزاج کے مطابق باحیا و باعزت شخص ہو، تاکہ میری بیٹی کی دینداری متأثر نہ ہو، البتہ میری بیٹی کی خواہش یہ ہے کہ لڑکا دیندار اور شریف تو ہو، مگر اس کے چہرہ پر داڑھی نہ ہو، کیونکہ میری بیٹی کو ''داڑھی والا شوہر پسند نہیں'' اس کا کہنا ہے کہ داڑھی والے افراد دھوکہ باز اور فراڈیئے ہوتے ہیں، اور وہ داڑھی کے ذریعہ سے لوگوں کا شکار کرتے ہیں، اور اپنا کام نکال کر دوسرے کو چلتا کر دیتے ہیں، اور داڑھی رکھ کر بھی گناہ کرتے ہیں، اس سے داڑھی بھی بدنام ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے میری بیٹی کو داڑھی والے شخص سے سخت نفرت اور کراہیت ہے۔

ان صاحب کی گفتگو سن کر سخت دکھ اور افسوس ہوا اور میں نے قدرے تیز اور لجاجت والے لہجے میں کہا۔

''معاف فرمایئے، میرے علم اور معلومات میں آپ کی بیٹی کے لئے کوئی مسلمان رشتہ موجود نہیں ہے شریف اور دیندار رشتہ تو بہت دور کی بات ہے، اور نہ ہی کوئی دیندار اور شریف رشتہ ملنے کے لئے میرے پاس کوئی عمل یا وظیفہ ہے، البتہ دعا کرتا ہوں کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹی کے ایمان کی حفاظت فرمائیں اور اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائیں''

وہ صاحب میرے یہ الفاظ سن کر چونکے اور اپنی نشست بدل کر اس طرح مخاطب ہوئے ،

''آپ کا مطلب مجھے سمجھ نہیں آیا، شاید آپ میری پوری بات نہیں سمجھ سکے''

میں نے عرض کیا...... میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور خوب سوچ سمجھ کر آپ کی بات کا جواب دیا ہے ، اور میں کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوں ،اور الحمدللہ تعالیٰ ہوش وحواس بھی حاضر اور ٹھکانے ہیں، آپ کو اچھی طرح یہ بات معلوم ہو جانی چاہئے کہ داڑھی والے مسلمان سے اس کی داڑھی کی وجہ سے اتنی سخت نفرت اور کراہیت کا ہونا کہ رشتہ اور نکاح کو بھی اس کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط کر دینا ایمان شکن معاملہ ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان دیندار شخص کا ایمان سلامت رہ جانا ازبس مشکل ہے، اتنی خطرناک ذہنیت اور گندی سوچ کے ہوتے ہوئے آپ کی بیٹی کو کبھی بھی اپنے آپ کو دیندار اور شریف نہیں سمجھنا چاہئے ،اور نکاح سے پہلے اس سے اہم چیز ایمان کی حفاظت اور سلامتی کی فکر کرنی چاہئے ،اور موجودہ حالات میں کسی بھی طرح دیندار اور شریف رشتہ کا متلاشی نہیں ہونا چاہئے ، بلکہ اگر کوئی دیندار رشتہ میسر بھی آجائے تو لڑکے کے لئے ہماری رائے یہ ہوگی کہ آپ کی بیٹی سے نکاح کر کے اپنی دینداری کو ہرگز بھی متاثر کرنے کا سامان نہ کرے، داڑھی سے کراہیت اور نفرت دراصل حضور اکرم ﷺ سمیت لاکھوں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی سنت سے نفرت اور ایک اہم واجب عمل کی تحقیر ہے، جس کی وجہ سے ایمان سلامت رہنا مشکل ہے، داڑھی نہ رکھ کر اپنے آپ کو گناہگار سمجھنا دراصل داڑھی کی دل میں عظمت واحترام نہ ہونے اور داڑھی کو حقیر سمجھنے سے غنیمت ہے، کیونکہ داڑھی نہ رکھنا صرف گناہ ہے،اور داڑھی کی دل میں حقارت اور کراہیت ونفرت کا ہونا اس سے بڑھ کر کفر ہے، جہاں تک آپ کی یا آپ کی بیٹی کی اس بات کا تعلق ہے کہ ''داڑھی والے افراد دھوکہ باز اور فراڈیئے ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ''

یہ الزام سراسر حقیقت کے خلاف ہے ، کیونکہ داڑھی رکھنا تو بذاتِ خود عبادت وشرافت ہے اور اس کے برخلاف داڑھی منڈانا کبیرہ اور چوبیس گھنٹے کا گناہ ہے تو جو شخص چوبیس گھنٹے ایک کبیرہ گناہ میں مبتلا ہے وہ ایسے شخص کے مقابلہ میں شریف اور نیک شمار نہیں ہوسکتا جو چوبیس گھنٹے جاری رہنے والے اس کبیرہ گناہ سے بچا ہوا ہے، یہ اعتراض دراصل اسلام کے دشمنوں نے پھیلایا ہے، داڑھی تو تمام انبیاء علیہم السلام کی عادت ہے، کیا نعوذ باللہ تعالیٰ تمام انبیاء علیہم السلام دھوکے باز اور اپنا مطلب نکال کر چلنے والے ہوتے ہیں؟ یہ نظریہ تو کافروں کا ہے، اگر کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہو تو وہ اپنے ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

رہا یہ کہ لوگ داڑھی رکھ کر گناہ کرتے ہیں اس سے داڑھی بدنام ہوتی ہے۔اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ داڑھی رکھنے کے بعد گناہوں کا وہی درجہ رہتا ہے جو داڑھی رکھنے سے پہلے تھا،اور اگر کسی کو گناہ کا اتنا ہی ڈر اور خوف ہے تو خود داڑھی کاٹنا بھی تو گناہ ہے،اس گناہ کا ڈر کیوں نہیں ،جو شخص داڑھی نہیں رکھتا اور دوسرے گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اس کو تو ہمارے معاشرے میں کوئی بڑا جرم نہیں سمجھا جاتا اور جو داڑھی رکھ کر اس کبیرہ گناہ سے بچ جاتا ہے اگر اس سے کوئی دوسرا گناہ سرزد ہو جائے تو بہت بڑا مجرم سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شرعاً اس داڑھی رکھنے والے کے مقابلے میں یہ دوسرا شخص زیادہ بڑا مجرم ہے،اور اگر داڑھی رکھ کر گناہ کرنے سے داڑھی بدنام ہوتی ہے تو اس اصول کی رُو سے تو مسلمانوں والا نام رکھ گناہ کرنے سے بھی اسلام بدنام ہوتا ہے تو کیا گناہ ہونے کے ڈر سے مسلمانوں والا نام رکھنا بھی چھوڑ دیا جاتا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ داڑھی کے علاوہ کسی اور نیک عمل کرنے اور کسی گناہ سے بچنے کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور گناہ سرزد ہو جائے اور اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب فلاں گناہ چھوڑ کر اور فلاں نیک کام کر کے بھی تم فلاں گناہ کرتے ہو،لہٰذا تم اُس گناہ کو بھی کیا کرو اور فلاں نیک عمل بھی نہ کیا کرو۔کیا یہ بات قابلِ قبول ہوگی؟

آج کل بہت سے لوگ یہ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ ان کی بیویاں داڑھی رکھنے سے منع کرتی ہیں اور اس کو پسند نہیں کرتیں۔اس لئے جب داڑھی والے موضوع کا مسئلہ چل ہی پڑا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھوں آج کل داڑھی پر ہونے والے مشہور و معروف چند اعتراضات اور ان کے جوابات بھی نقل کر دیے جائیں۔

کیا شوہر کو داڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری ہے؟

اعتراض:......اگر کسی عورت کا شوہر داڑھی نہ رکھتا ہو تو اسے داڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری ہے؟

جواب:......بلاشبہ شوہر کو داڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری تو نہیں،لیکن اس کی کوشش کرنا اور شوہر کو حکمت کے ساتھ اس کی ترغیب دینا اور اس عمل کی طرف متوجہ کرنا تو بیوی کی ذمہ داری ہے،اگر خواتین اخلاص کے ساتھ اس کی کوشش کریں تو جس طرح شوہروں سے اپنے دوسرے مطالبات منوالیتی ہیں،امید ہے کہ یہ مطالبہ بھی منوالیں،اور اگر شوہر پھر بھی قبول نہ کریں تو اپنی کوشش کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتی ہیں ،لیکن اگر خدانخواستہ خواتین ہی کو داڑھی پسند نہ ہو تو پھر یہ الزام خود خواتین پر بھی عائد ہوتا ہے۔

کیا اسلام میں داڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے؟

اعتراض:......کیا اسلام میں داڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے؟

جواب:......جی ہاں سخت ممانعت ہے، کیونکہ احادیث میں حضور ﷺ نے امر کے الفاظ سے داڑھی کا حکم فرمایا ہے اور یہ بات شریعت میں اپنے موقع پر ثابت ہو چکی ہے کہ امر کے الفاظ سے اصل واجب حکم ثابت ہوتا ہے اور واجب حکم کی خلاف ورزی حرام ہے اور کسی چیز کا حرام ہونا یہی سخت ممانعت ہے۔

اکثر مسلمان داڑھی کیوں منڈاتے ہیں؟

اعتراض:......عرب وعجم میں بہت سے مسلمان داڑھی منڈاتے ہیں اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:......جو لوگ ایسا کرتے ہیں اس کی دلیل انہی کے ذمہ ہے، ان کے عمل کی دلیل ہمارے ذمہ نہیں، ہم نے تو اس عمل کے خلاف مسئلہ دلیل سے واضح کر دیا، دوسرے یہ ضروری نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کوئی گناہ کرے تو وہ اس کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو۔ کتنے گناہ معاشرے میں ایسے پھیلے ہوئے ہیں جن کو لوگ گناہ سمجھ کر کرتے ہیں شریعت کا قاعدہ ہے کہ کسی یقینی گناہ کے عام ہو جانے سے وہ کام حلال اور جائز نہیں ہوا کرتا۔ اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ لوگ اس کو گناہ نہیں سمجھتے تو یاد رکھیے کہ کسی کے گناہ نہ سمجھنے سے ناجائز کام جائز اور حرام حلال نہیں ہو جایا کرتا۔ جس طرح کہ اس کے برعکس کسی جائز اور حلال کام کے ناجائز اور حرام سمجھنے سے وہ کام ناجائز یا حرام نہیں ہو جایا کرتا۔ جیسا کہ بہت سے لوگ غیبت کو حلال کام کی طرح اور بیوہ کے دوسرا نکاح کرنے کو حرام کام کی طرح سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے باوجود غیبت حرام اور بیوہ کا دوسری جگہ نکاح کرنا حلال کام ہے (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۵۰ بتغیر)

داڑھی منڈانا صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

اعتراض:......داڑھی منڈانا کس درجہ کا گناہ ہے صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

جواب:......اول تو یہ سوال کرنا اس لئے بے کار ہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہر ایک سے بچنا واجب ہے اگر صغیرہ گناہ کے کرنے کی شریعت میں اجازت ہوتی تو پھر یہ سوال کسی درجہ میں کار آمد ہو سکتا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ گناہ کی علامت ونشانی یہ طے ہو چکی ہے کہ اس پر شریعت کی طرف

سے کوئی وعید آئی ہو اور اس گناہ پر وعید آئی ہے (جیسا کہ ابھی ذکر آتا ہے) اس کے علاوہ گناہ کو ہلکی چیز سمجھنے اور گناہ پر قائم دائم رہنے اور اس پر جمے رہنے سے صغیرہ بھی کبیرہ گناہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور داڑھی منڈانے کے عمل کو تو جاہل عوام کی طرف سے آجکل اس سے بڑھ کر (نعوذ باللہ تعالیٰ) استحلال یعنی حلال سمجھنے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر استحسان یعنی اچھا سمجھنے کا درجہ دے دیا گیا ہے، جس میں کفر کا اندیشہ ہے

کیا قرآن مجید میں داڑھی کا حکم موجود ہے؟

اعتراض:......قرآن مجید میں اول سے آخر تک کہیں بھی داڑھی کا حکم نہیں ہے پھر یہ حکم کہاں سے نکالا گیا؟

جواب:......اس کی کیا دلیل ہے کہ جو بات قرآن مجید میں صاف طور پر موجود نہ ہو اس پر عمل کرنا واجب نہیں۔ کئی احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حدیث شرعی حجت اور دلیل ہے اور حدیث شریف سے ثابت شدہ حکم بھی واجبُ العمل ہے، اور داڑھی کا حکم ایک حدیث کے بجائے کئی احادیث میں آیا ہے۔ نیز داڑھی منڈانا اصلاً کافروں کا عمل ہے اور حدیث میں ہے جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سن لو! اور آگاہ ہو جاؤ! کہ مجھے اللہ کی طرف سے (ہدایت کے لئے) قرآن مجید بھی عطا ہوا ہے، اور اس کے جیسا اور بھی۔ سن لو! قریب میں کچھ پیٹ بھرے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے شاندار تخت (اور عمدہ نشست گاہوں پر آرام سے بیٹھے لیٹے ہوئے) لوگوں سے کہیں گے کہ بس قرآن ہی کو لے لو، اس میں جس چیز کا حلال ہونا آیا ہے اس کو حلال سمجھو اور جس کا حرام ہونا آیا ہے اس کو حرام سمجھو (اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کو حلال و حرام نہ سمجھو) حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ بھی ان ہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہے (ابوداؤد، سنن دارمی، سنن ابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو اس حال میں پاؤں (یعنی اس کا یہ حال ہو) کہ وہ اپنی شاندار نشست پر ٹیک لگا کر (تکبر کے انداز میں) بیٹھا ہو اور اس کو میری کوئی بات پہنچے، جس میں میں نے کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو تو وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اسی حکم کو مانیں گے جو ہم کو قرآن میں ملے گا (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی دلائل النبوۃ)

لہٰذا یہ اعتراض کہ جو بات قرآن میں نہ ہو اس پر عمل واجب نہیں حدیث کے انکار کی نشانی ہے۔

اور ایک روایت میں بالکل اسی طرح کا واقعہ موجود ہے جو اعتراض کرنے والے نے پیش کیا ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جسم کو گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر (گودنے کے معنیٰ ہیں جسم پر خاص طریقہ پر کچھ لکھائی یا کوئی نقش ونگار کرنا جو بعد میں مٹتا نہیں)اور حسن پیدا کرنے کے لئے منہ کے بال نوچوانے والی عورتوں پر اور دانتوں کے درمیان خلا کرانے والی عورتوں پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطری صورت کو بدلنے والی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسی ایسی (جن کا پہلے ذکر ہوا) عورتوں پر لعنت کرتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں ان پر لعنت نہ کروں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور قرآن مجید میں بھی ان پر لعنت موجود ہے، یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ میں نے تو شروع سے آخر تک پورا قرآن پڑھا ہے اس میں تو اس کا ذکر نہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو قرآن کو غور سے پڑھتی تو اس کا ذکر ضرور پالیتی، کیا تو نے (قرآن میں) یہ نہیں پڑھا:

”مَآ اٰتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا“

ترجمہ: (جس چیز کا تم کو اللہ کا رسول حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ) وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ تو میں نے پڑھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پس رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے (اور قرآن کہتا ہے کہ جس چیز سے منع کریں اس سے رُک جاؤ، تو یہ قرآن کا بھی حکم ہوا) (مشکوٰۃ ص ۳۸۱ باب الترجل بروایت بخاری ومسلم)

اس حدیث میں ملعون ہونے کی علت یعنی اصل وجہ ”تغییر خلق اللہ“ یعنی اللہ کی فطرت وخلقت کو بدلنا بتلائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق بالکل بعینہٖ اسی طرح داڑھی کا حکم بھی قرآن کے احکام میں داخل ہے، بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کا حکم مذکورہ طریقہ سے بھی زیادہ صاف طور پر قرآن مجید سے ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن مجید میں یہ بات صاف طور پر موجود ہے کہ شیطان نے ملعون ومردود ہوتے وقت کہا تھا کہ ”وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللہِ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۹) کہ میں انسانوں کو تعلیم دونگا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے“ قرآن مجید کی یہ

آیت صاف طور پر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنے کے شیطانی حکم اور اس کے قبیح اور برا ہونے کی وضاحت کررہی ہے اور داڑھی کا منڈانا اللہ تعالیٰ کی اس فطری صورت کو بگاڑنے میں داخل ہے، (تفسیر بیان القرآن)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں جن چیزوں پر لعنت کی گئی ہے ان سب کی وجہ اللہ تعالیٰ کی فطری صورت کو بگاڑنا یعنی ''تغییر خلق اللہ'' بتلائی گئی ہے اور داڑھی منڈانے میں ان چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صورت کو بگاڑنا پایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ داڑھی منڈانا ''تغییر خلق اللہ'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا) ہے، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں موجود ہے، پس اس طرح داڑھی منڈانے کا حرام ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوا (امداد الفتاویٰ ج۶ ص۱۵۱ بتغیر)

کیا داڑھی منڈانے والا حضور ﷺ کا مقبول امتی نہیں

اعتراض:......کیا ایسی کوئی بات حدیث میں موجود ہے کہ جس نے داڑھی منڈائی وہ حضور ﷺ کی امت میں سے نہیں۔

جواب:......کئی احادیث میں حضور ﷺ نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزوں کا حکم متماثل اور ایک دوسرے کے مثل ہے یعنی دونوں حکم یکساں طریقہ پر واجب ہیں اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مَنْ لَّمْ یَأْخُذْمِنْ شَارِبِہٖ فَلَیْسَ مِنَّا'' (ترمذی ،نسائی، احمد، مشکوۃ باب الترجل الفصل الثانی)

یعنی جس نے (مونچھیں کٹانے کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے) مونچھیں نہیں کٹائیں وہ ہم میں سے نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے نہیں اور ایک دوسرے کے متماثل چیزوں کا حکم ایک ہوتا ہے، پس جب مونچھیں کٹانے کے حکم کی مخالفت یعنی مونچھیں نہ کٹانے پر یہ وعید سنائی گئی کہ وہ حضور ﷺ کی امت میں سے نہیں تو یہی وعید داڑھی منڈانے کے بارے میں یقیناً ہوگی، کیونکہ متماثل یعنی ایک دوسرے کے مثل چیزوں کا حکم یکساں ہوتا ہے جس کا پہلے ذکر ہوا۔

اس کے علاوہ مذکورہ اور اس جیسی دوسری حدیثوں میں جن چند کاموں پر لعنت آئی ہے ان کی اصل وجہ اور علت ''تغییر خلق اللہ''، یعنی اللہ تعالیٰ کی (بنائی ہوئی) صورت کو بگاڑنا بتلائی گئی ہے اور قاعدہ ہے کہ وہ

علت کسی اور چیز میں بھی پائی جائے تو اس کا حکم بھی وہی ہوتا ہے اور داڑھی منڈانے میں یہ علت یعنی ''تغییر خلق اللّٰہ ''یقینی طور پر پائی جاتی ہے۔اس لئے داڑھی منڈانا بھی لعنت کا باعث ہوا۔اور لعنت کی حقیقت ہے ''رحمت سے دور ہونا''اور حضور ﷺ کی امت کے لئے رحمت کا ہونا لازم ہے لہٰذا رحمت سے دور ہونا امت سے خارج ہونے کی نشانی ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو مستلزم ہوتا ہے، نیز حدیث شریف میں داڑھی رکھنے کو فطرت کا تقاضا بتلایا گیا ہے (مشکوٰۃ باب السواک بروایت مسلم)

اگر کوئی قرآن وحدیث پر عمل نہ کرے تو فطرت پر ہی عمل کر لے، ورنہ تو ایسے شخص کو فطری طور پر بھی غلط ہی قرار دیا جائے گا۔غرضیکہ داڑھی منڈانے کا گناہ ہونا اصولی اور جزئی طور پر احادیث کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے بھی ثابت ہو گیا (امداد الفتاوٰی ج ۶ ص ۱۵۰، ۱۵۱ بتغیر)

مولوی داڑھی کے پیچھے اتنے کیوں پڑتے ہیں؟

اعتراض:......مولوی اور علماء حضرات داڑھی کے اتنے پیچھے کیوں پڑتے ہیں، کیا داڑھی میں ہی اسلام رکھا ہے، آخر اور بھی تو چیزیں ہیں ان کے پیچھے کیوں نہیں پڑتے؟

جواب:......یہ اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں، کیونکہ داڑھی میں اگرچہ اسلام نہ ہو مگر اسلام میں تو داڑھی ہے، جیسا کہ دین کے دوسرے الگ الگ احکام کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اسلام نہیں لیکن وہ اسلام میں ہیں، اگر دین کے ہر ہر حکم کے بارے میں یہی کہا جائے کہ کیا اس میں ہی اسلام ہے تو اسلام پھر کن چیزوں کا نام ہوگا، پھر داڑھی منڈانے والے جتنے داڑھی کے پیچھے پڑتے ہیں کہ ہر روز صبح اٹھ کر سب سے پہلے نعوذ باللہ داڑھی کا ناشتہ کرتے ہیں اور کسی تقریب میں جاتے ہیں تو پہلے داڑھی منڈاتے ہیں، شیو کرتے ہیں، تو داڑھی کے پیچھے جتنا کہ داڑھی منڈانے والے پڑتے ہیں، اتنا اس کے پیچھے مولوی نہیں پڑتے، ورنہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ اگر روزانہ لاکھوں کی تعداد میں یہ گناہ ہوتا ہے تو روزانہ لاکھوں کی تعداد میں اس بیماری کی خوراک بھی ملنی چاہئے تھی، مگر ایسا نہیں ہے، اور شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو گناہ جتنی زیادہ مقدار میں ہو اس پر تنبیہ بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہئے، خاص طور پر جو گناہ کہ کھلم کھلا ہو اور عمومی انداز میں ہو، کیونکہ اس طرح کے گناہوں کے نتیجہ میں آنے والا وبال اور عذاب دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

(بقیہ صفحہ ۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

اَلْجَمَاعَةُ الثَّانِيَةُ لِلْجَمَاعَةِ الْآتِيَةُ

(یعنی)

مسجد میں بعد میں آنے والوں کے لئے جماعتِ ثانیہ کا حکم

سوال:......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس بارے میں کہ جن مساجد میں باجماعت نماز ہوتی ہے ان میں دوسری جماعت اگر محراب والی جگہ سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ کھڑے ہوکر پڑھی جائے تو کیسا ہے، اور دوسری جماعت کے مکروہ ہونے کا جو مسئلہ ہے وہ مقیم حضرات کے لئے ہے یا مسافروں کے لئے بھی، اگر پہلی جماعت ہونے کے بعد اتفاق سے بعض مسافر لوگ آجائیں تو ان کو دوسری جماعت کرانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:......ایسی مسجد کہ جس میں نماز باجماعت کا باقاعدہ نظم ہو اور وہاں کی اصل اور مقامی جماعت مقررہ وقت اور باضابطہ طریقہ پر ہو چکی ہو اس کے بعد اس مسجد کی شرعی حدود میں دوسری جماعت کرانا مقیم ومسافر کے لئے مکروہ ہے، خواہ دوسری جماعت مسجد کے اندرونی حصہ میں کرائی جائے یا باہر صحن وبرآمدے وغیرہ میں، اور خواہ دوسری جماعت کا امام محراب میں کھڑا ہو یا محراب کے سامنے سے ہٹ کر کھڑا ہو کراہت وممانعت ہر صورت میں ہے۔

اگر دوسری جماعت کا امام محراب کے سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ مسجد کے اندر کسی گوشہ میں کھڑے ہو کر جماعت کرائی جائے تب بھی کراہت باقی رہتی ہے اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک کراہت کم ہو جاتی ہے مگر یہ بات یقینی ہے کہ جماعت کا ثواب نہیں ملتا اور جب جماعت ہی کا ثواب نہ ملا تو اس جدو جہد کا کیا فائدہ؟

اور جس مسجد میں باقاعدہ نماز باجماعت کا نظم نہ ہو مثلاً وہ مسافروں کی کسی ایسی گزرگاہ اور راستہ پر واقع ہو جہاں باقاعدہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اور جو لوگ جس وقت بھی آتے ہوں نماز پڑھ کر چلے جاتے ہوں، وہاں جماعتِ ثانیہ (یعنی دوسری بلکہ تیسری وچوتھی جماعت بھی) مکروہ نہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> جس مسجد میں باقاعدہ پابندئ وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو، اس میں جماعتِ ثانیہ (دوسری جماعت) مکروہ ہے، اگر جماعتِ اولیٰ (پہلی جماعت) کے بعد کچھ لوگ آجائیں تو

وہ علیٰحدہ علیٰحدہ نماز پڑھ لیا کریں (کفایت المفتی ج۳ص۹۴)

اگر اس مسجد میں جماعت سے نماز ہونے کا انتظام ہے تو اس میں دوسری جماعت مکروہ ہے (ایضاً ص۹۵)

جماعتِ اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو اس کا اس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں (ایضاً ص۱۰۵)

فقہائے کرام نے دوسری جماعت کے مکروہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے مسجد کی حیثیت اور وہاں کے اصل حضرات کی باضابطہ جماعت کر لینے کی حیثیت کا اعتبار فرمایا ہے، بعد میں آنے والوں کی حیثیت کا اعتبار نہیں فرمایا اور اس کے بعد بلا امتیاز ہر قسم کے آنے والے لوگوں کے لئے یکساں حکم لاگو کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے پہلی باضابطہ جماعت ہونے کے بعد ''دَخَلَ قَوْمٌ'' اور ''دَخَلَ جَمَاعَۃٌ'' وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ دوسری جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، جس میں داخل ہونے والی قوم اور جماعت مسافروں کی بھی ہوسکتی ہے اور مقیموں کی بھی۔ فقہائے کرام نے یہ حکم بیان کرتے ہوئے مسافروں کا حکم مقیم لوگوں سے الگ و مستثنیٰ کر کے بیان نہیں کیا، بہر حال فقہاء کا مسافروں کو کہیں اس حکم سے الگ اور مستثنیٰ نہ کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ حکم مقیم اور مسافر ہر ایک کے لئے برابر ہے، کیونکہ پہلی باضابطہ جماعت جب ہوگئی تو اس مسجد کا حق ادا ہو گیا پھر اس کے بعد دوسرے لوگ کوئی بھی ہوں جب ایک مرتبہ حق کی ادائیگی ہو چکی تو آنے والے مقیم و مسافر ہر دو قسم کے لوگ اس حکم کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اگر مسافر معذور ہیں اور وہ ایک عذر سے جماعت سے رہ گئے تو جماعت سے رہ جانے کا کوئی عذر اس جیسا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت غیر مسافروں کو بھی پیش آ سکتا ہے، پھر تو ہر ایک اپنے آپ کو اپنی جگہ معذور سمجھ کر دوسری جماعت کی کوشش کرے گا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ فقہائے کرام نے پہلی باضابطہ اور اصل جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کو مسجد کی حدود میں دوسری جماعت کی اجازت نہیں دی خواہ وہ کسی عذر سے پیچھے رہے ہوں یا بلا عذر، فقہائے کرام نے سب کے لئے عمومی حکم بیان فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کئی اہلِ علم حضرات نے مسافروں کے لفظوں کے ساتھ بھی جماعتِ ثانیہ کی کراہت کی صراحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ ذیل میں درج عبارات سے معلوم ہوگا۔

(۱)......فتاویٰ رحیمیہ میں اسی قسم کا ایک سوال و جواب موجود ہے جو یہاں بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: تبلیغی جماعت ایک بستی میں ایسے وقت پہنچی کہ جماعت ہو چکی تھی تو ان کے لئے

جماعتِ ثانیہ کرنا بہتر ہے یا فرادیٰ (تنہا اور الگ الگ) مع اذان و اقامت یا بلا اذان و اقامت ادا کرنا بہتر ہے؟

الجواب: اس صورت میں فرادیٰ (تنہا اور الگ الگ) بلا اذان و اقامت نماز ادا کی جائے کہ مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے الخ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۲۷)

(۲)......مولانا مفتی انعام الحق صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

مسافرین کی جماعت کسی ایسی مسجد میں پہنچی کہ اس میں امام مؤذن متعین ہوں اور با قاعدہ جماعت ہو چکی ہو تو ان کے لئے بھی جماعتِ ثانیہ درست نہیں، بلکہ مکروہ تحریمی ہے، البتہ مسجد کے اس حصہ میں جو خارجِ مسجد ہے، اس میں بلا کراہت جماعت درست ہے، اور اگر ایسی مسجد میں یہ حضرات پہنچیں کہ جہاں امام و مؤذن متعین نہ ہوں تو ایسی مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں، لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھیں (احکام مسافر ص ۱۴۰ و ۱۴۱، زم زم پبلشرز، کراچی)

(۳)......حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ ''مسجدِ محلّہ'' میں (جس کے امام اور مقتدی متعین ہوں) اگر اس مسجد کے امام اور متعین مقتدیوں نے باعلانِ اذان و اقامت کے ساتھ ایک بار ایک نماز کی جماعت کروا لی تو پھر اس میں دوسری جماعت کروانا اس طرح سے کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں یہ ''مکروہ تحریمی'' ہے، چاہے دوسری جماعت محراب سے ہٹ کر کروائیں، چاہے بغیر اذان و اقامت کے کروائیں، چاہے مقیم حضرات کروائیں یا مسافر، جمہور صحابۂ کرام اور تابعین و تبعِ تابعینِ عظام کا یہی موقف ہے، ائمۂ اربعہ میں سے حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (رسالہ ''مسجدِ محلّہ میں جماعتِ ثانیہ کا حکم'' ص ۷)

اگر کہا جائے کہ جو لوگ اتفاقاً کسی معذوری و مجبوری کے باعث پہلی جماعت سے رہ گئے وہ کس طرح جماعت کا ثواب حاصل کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مندرجہ ذیل صورتوں پر عمل کر سکتے ہیں:

(۱)......کسی دوسری مسجد میں جماعت ملنا ممکن ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو وہاں جا کر جماعت سے نماز پڑھیں۔

(۲)......مسجد کی حدود سے باہر کسی دوسری جگہ جماعت کروالیں۔

(۳)......اپنے گھر جاکر گھر کے کسی فرد کو ساتھ ملا کر جماعت سے نماز پڑھ لیں۔

ان تمام صورتوں میں یقیناً جماعت کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

(۴)......اگر مذکورہ صورتوں پر عمل کرنا دشوار ہوتو تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھ لیں،اُمید ہے کہ ایسے مجبورومعذور حضرات کو جو اتفاقاً جماعت سے رہ گئے ہوں،اوران کے دل میں جماعت کی اہمیت بھی ہو اللہ تعالیٰ جماعت کے ثواب سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

مزید تفصیل کے لئے درجِ ذیل کتب ورسائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱)القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ مؤلفہ:حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ

(۲)امداد الفتاویٰ ج۱ص۲۴۰تا۲۴۴مؤلفہ:حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

(۳)امداد الاحکام ج۱ص۵۱۸تا۵۲۲مؤلفہ:حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

(۴)الوصیۃ الاخوانیہ فی حکم الجماعۃ الثانیہ،ملحقہ احسن الفتاویٰ ج۳ص۳۲۱تا۳۲۸مؤلفہ:مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

(۵)مسجدِ محلّہ میں جماعتِ ثانیہ کا حکم مصنفہ:مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہٗ

(۶)اعلام العابد بحکم تکرار الجماعۃ فی المسجد الواحد:مؤلفہ:ابی عبیدۃ مشھور بن حسن آل سلمان، مطبوعہ:دارابنِ حزم،بیروت،لبنان

❀(۱)......واذا کان للمسجد امام راتب ففاتت رجلا اورجالا فیہ الصلوۃ صلوافرادیٰ ولااحب ان یصلوا جماعۃ فان فعلوا اجزأتھم الجماعۃ فیہ ،وانما کرھتہ ذالک لھم لانہ لیس ممافعل السلف قبلنا ، بل قدعابہ بعضھم (معارف السنن شرح سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۸۶ ،لعلامۃ العصر المحدث الکبیر الشیخ السید محمد یوسف الحسینی البنوری رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲)...... ثم لیعلم ان حکم الکراھۃ مقتصر علی الاعادۃ فی داخل المسجد لاخارجہ ولوبذراع (ایضاً ج ۲ ص ۲۸۷) ❀(۳) ......قلت ومذھب الحنفیۃ فی ذالک مافی الدرالمختار ولفظہ ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق اومسجد لاامام لہ ولامؤذن انتھی ،قال الشامی فی حاشیتہ ویکرہ ای تحریماً لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیر انہ بدعۃ ......اوکان مسجد طریق جاز اجماعاًکمافی مسجد لیس لہ امام ولامؤذن ویصلی الناس فیہ فوجافوجا......والمرادبمسجد المحلۃ مالہٗ امام وجماعۃ معلومون کمافی الدرروغیرھا...... وامامسجد الشارع فالناس فیہ سواء لااختصاص لہ بفریق دون فریق (بذل المجھود فی حل ابی داؤدج ۱ ص ۳۲۳ملخصاً للعلامۃ الشیخ الامام المحدث الکبیر مولانا خلیل احمدالسھارنبوری قدس

سرۂ) ❀(۴)...... ولوصلى فى مسجد باذان واقامة هل يكره ان يؤذن ويقام فيه ثانيا فهذا لايخلومن احدوجهين اماان كان مسجداله اهل معلوم اولم يكن فان كان له اهل معلوم فان صلى فيه غيراهله باذان واقامة لايكره لاهله ان يعيدواالاذان والاقامة وان صلى فيه اهله باذان واقامة اوبعض اهله يكره لغيراهله .والباقين من اهله ان يعيدواالاذان والاقامة ....وان كان مسجدا ليس له اهل معلوم بان كان على شوارع الطريق لايكره تكرار الاذان والاقامة فيه وهذه المسئلة بناء على مسئلة اخرى وهى ان تكرار الجماعة فى مسجد واحد هل يكره فهوعلخى ماذكرنامن التفصيل (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۳) ❀(۵)...... ولان حق المسجد لم يقض بعدلان قضاء حقه على اهله الاترىٰ ان المرمة ونصب الامام والمؤذن عليهم فكان عليهم قضاء ہ (ايضاً ج ۱ ص ۱۵۴) ❀(۶)...... وانما اختصت الكراهة بمسجد المحلة لانعدام علتها فى مسجد الشارع والسوق ونحوهمافان الناس فيه سواء لااختصاص له بفريق دون فريق (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۷۹ للمحدث الناقدالعلامة مولانا ظفر احمد العثمانى التهانوى رحمه الله) ❀(۷)...... قوله (الافى مسجد على طريق) هومالیس له امام ومؤذن راتب فلايكره التكرارفيه باذان واقامة بل هوالافضل خانية (شامى ج ۱ ص ۳۹۵)
❀(۸)......ماقاله الامام الحلوانى مبنى على ماكان فى زمن السلف من صلاة الجماعة مرة واحدة وعدم تكرارها كمافى زمنه ﷺ وزمن الخلفاء بعده وقدعلمت ان تكرارها مكروه فى ظاهرالرواية(شامى ج ۱ ص ۳۹۶) ❀(۹)...... تكرارالجماعة لماروى عبدالرحمن بن ابى بكر عن ابيه ان رسول الله ﷺ خرج من بيتہ ليصلح بين الانصار فرجع وقدصلى فى المسجد بجماعة فدخل رسول الله ﷺ فى منزل بعض اهله فجمع اهله فصلى بهم جماعة ولولم يكره تكرار الجماعة فى المسجد لصلى فيه وروى عن انس ان اصحاب رسول الله كانوا اذافاتتهم الجماعة فى المسجد صلوافى المسجد فرادىٰ ولان التكراريؤدى الى تقليل الجماعة لان الناس اذاعلمواانهم تفوتهم الجماعة يتعجلون فتكثر والا تأخروا اه بدائع (شامى ج ۱ ص۳۹۵) ❀(۱۰)......وحنيئذ فلودخل جماعة المسجد بعد ماصلى اهله فيه فانهم يصلون وحداناوهوظاهر الرواية ظهيرية (شامى ج ۱ ص ۳۹۵) ❀(۱۱) ......فى الدرالمختار: يكره تكرار الجماعة باذان واقامة فى مسجد محلة لافى مسجد طريق اومسجد لاامام له ولامؤذن، وفى الشامية :ويكره اى تحريمالقول الكافى لايجوز والمجمع لايباح وشرح الجامع الصغيرانه بدعة كمافى رسالة السندى .... كما فى مسجد ليس له امام ولامؤذن ويصلى الناس فيه فوجافوجا فان الافضل ان يصلى كل فريق باذان واقامة على حدة كمافى امالى قاضى خان اه ونحوه فى الدررو المراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون كمافى الدرروغيرها.قال فى المنبع والتقييد بالمسجد المختص احترازمن الشارع......وامامسجدالشارع فالناس فيه سواء لااختصاص لهٗ بفريق دون فريق اه

ومثله فی البدائع وغیرهاومقتضی هٰذاالاستدلال کراهة التکرارفی مسجد المحلة ولوبدون اذان ویؤیدهٗ مافی الظهیریة:لودخل جماعة المسجد بعدماصلیٰ فیه اهله یصلون وحداناوهوظاهرالروایة(شامی ج ۱ ص ۵۵۳ملخصاً) ❀(۱۲)......والمراد بمسجدالمحلة ماله امام وجماعة معلومون (وبعداسطر) امامسجد الشارع فالناس فیه سواء لااختصاص له بفریق دون فریق ، وعلی هذالایکره تکرار الجماعة فی مساجد الطرق وهی مالیس لها امام وجماعة معینون (الفقه الاسلامی وادلته ج ۲ ص ۱۱۸۲) ❀(۱۳)......ولناانامرنابتکثیرالجماعة وفی تکرارالجماعة فی مسجد واحد تقلیلهالان الناس اذاعرفواانهم تفوتهم الجماعة یعجلون للحضورفتکثرالجماعة واذاعلمواانهٗ لاتفوتهم یؤخرون فیؤدون الی تقلیل الجماعة وبهٰذافارق المسجد الذی علیٰ قارعة الطریق لانهٗ لیس لهٗ قوم معلومون فکل من حضر یصلی فیه فاعادة الجماعة فیه مرة بعد مرة لاتؤدی الیٰ تقلیل الجماعات ،ثم فی مسجد المحال ان صلی غیراهلهابالجماعة فلاهلهاحق الاعادة لان الحق فی مسجد المحلة لاهلهاالا تری ان التدبیرفی نصب الامام والمؤذن الیهم فلیس لغیرهم ان یفوت علیهم حقهم ،فامااذاصلیٰ فیه اهلهاواکثراهلهافلیس لغیرهم حق الاعادة (مبسوط سرخسی،باب الاذان ،اذان المرءة) ❀(۱۴)......اذاکان لمسجد امام وجماعة معلومان فصلی بعضهم باذان واقامة لایباح لباقیهم تکرارهابهماالخ (دررالحکام شرح غررالحکام،فصل فی الامامة،حکم صلاة الجماعة) ❀(۱۵)......اذاکان لهٗ امام معلوم وجماعة معلومة فی محلة فصلی اهله فیه بالجماعة لایباح تکرارهافیه باذان ثان،امااذاصلوابغیراذان یباح اجماعاًوکذافی مسجد قارعة الطریق کذافی شرح المجمع للمصنف اذازاد علی الواحد فی غیرالجمعة فهوجماعة وان کان معه صبی عاقل کذافی السراجیة (الفتاویٰ الهندیة،الباب الخامس فی الامامة،الفصل الاول فی الجماعة) ❀(۱۶)......وهٰذااذالم یکن المسجد علیٰ قارعة الطریق فان کان کذالک فلابأس بتکرارالجماعة فیه باذان واقامة لانهٗ لیس له اهل معلوم فکان حرمته اخف ولهٰذالایقام فیه باعتکاف الواجب فکان بمنزلة الرباط فی المفاوز وهناک تعاد مرة بعد اُخریٰ فهٰذاکذالک ....معنیٰ قول قاضی خان المارّ یصلی بغیراذان واقامة انهٗ یصلی منفرداًلابالجماعة بدلیل التعلیل (منحة الخالق علی البحرالرائق ج ۱ ص۳۴۶،باب الامامة) ❀(۱۷)......لکن یشکل علیه ان نحوالمسجد المکی والمدنی لیس لهٗ جماعة معلومون فلایصدق علیه انه مسجد محلة بل هوکمسجد شارع وقدمه انه لاکراهة فی تکرارالجماعة فیه اجماعا فلیتأمل(ردالمحتار ج ۱ ص ۵۵۳) ❀(۱۸)......للمتخلفین عن الجماعة الاولیٰ مع الامام الراتب ان یخرجوا الی موضع فیجمعوا فیه وهٰذامافعلهٗ ابن مسعود رضی اللّٰه عنه.ولهم ان یصلوافرادیٰ ولاکراهة فی ذالک ولهم اجر الجماعة کماجاء فی الحدیث الصحیح السابق.وقیل ان دخلوالمسجد صلوافیه فرادیٰ وان لم یدخلواطلبوا الجماعة

.ویؤیدہ اثر ابن مسعود وقول الحسن البصری...........صلاۃ المتخلف عن الجماعۃ فی بیتہ جماعۃ خیر من صلاتہ فی المسجد منفرداً (اعلام العابد بحکم تکرار الجماعۃ فی المسجد الواحد ص ۱۰۵ و ۱۰۶ ملخصاً) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم . محمد رضوان، ۱۴۲۷/۰۲/۱۷ھ

دارالافتاء ادارہ غفران چاہ سلطان، راولپنڈی

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۷۶ ''داڑھی والے شوہر سے نفرت'')

کیا داڑھی غیر فطری اور زائد چیز ہے؟

اعتراض:......داڑھی ایک زائد، فضول اور غیر فطری چیز ہے، پیدائش کے وقت داڑھی نہیں ہوتی، لہٰذا اسے منڈا دینا چاہئے، جیسا کہ زیرِ بغل اور زیرِ ناف بال کاٹے جاتے ہیں؟

جواب:......اسی اعتراض کا جواب ایک بزرگ نے دیا تھا کہ پھر تو دانت بھی توڑ ڈالنا چاہئے، کیونکہ یہ بھی پیدائش کے وقت موجود نہ تھے، جس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا تھا کہ واہ صاحب آپ نے تو دندان شکن جواب دیا، مطلب یہ تھا کہ جواب بھی حقیقت میں دندان شکن ہے، اور اس جواب میں دانت توڑنے کا بھی ذکر ہے (الافاضات الیومیہ ج۳ ص ۳۰۸، ملفوظ نمبر ۵۴۶ بتغیر) فطری ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ پیدائش کے وقت جو چیز ہو، بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ قدرتی طور پر وہ چیز ہے اور فطرتِ سلیمہ وصحیحہ کے عین مطابق ہے، اور داڑھی اس اعتبار سے عین فطرت کے مطابق ہے، اگرچہ بگڑی ہوئی فطرت کے مالک اسے فطرت نہیں سمجھتے، اور زیرِ ناف وزیرِ بغل بالوں کا بڑھانا فطرت میں داخل نہیں، بلکہ انہیں کٹانا فطرت میں داخل ہے، جیسا کہ مشہور حدیث میں داڑھی رکھنے اور زیرِ ناف وزیرِ بغل بالوں کے کاٹنے کو فطرت بتلایا گیا ہے۔

اصل باطن کی درستگی ہے؟

اعتراض:......داڑھی تو اصل مسلمان کے پیٹ کے اندر ہونی چاہئے، اوپر اور چہرہ کی داڑھی کا کیا فائدہ، جب تک اندر کا معاملہ درست نہ ہو؟

جواب:......یہ اعتراض بالکل جہالت پر مبنی ہے، اللہ اور اس کے رسول نے تو چہرہ کی ظاہری داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے نہ کہ پیٹ کے اندر رکھنے کا، کیونکہ داڑھی تو چہرہ پر آتی ہے نہ کہ پیٹ کے اندر، یہ اعتراض تو ایسا ہی ہوا کہ جیسا کہ کوئی نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے کہ اصل نماز تو دل کی ہوتی ہے ظاہر کی نماز کا کیا فائدہ، اسی طرح کوئی زکوٰۃ کے بارے میں کہے، کوئی حج کے بارے میں کہے، پھر اسلام کن چیزوں کا نام ہوگا؟

کیا آپ جانتے ہیں؟ مولانا محمد امجد حسین

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط ۳)

انیسویں صدی کا دوسرا نصف ہے، ہندوستان کے طول وعرض میں ریلوے لائنوں کا جال بچھ چکا ہے، لاہور، ملتان لائن پنجاب کو پار کرکے آگے سندھ میں سکھر تک پہنچ چکی ہے، سکھر سے آگے ایک طرف کوئٹہ قندھار کی طرف اور دوسری طرف بحیرہ عرب کے ساحل، کراچی تک لائن بچھانے کے دو عظیم الشان مرحلے اس صدی کے آخری ربع میں سَر ہوئے، کوئٹہ قندھار کی طرف صحراؤں، بیابانوں اور پہاڑی ڈھلانوں میں لائن بچھانا جوئے شیر لانے سے کیا کم تھا، مگر فرنگی راج جو بہت آگے تک کی سوچ رکھتا تھا وہ چشمِ تصور میں مستقبل کا جو نقشہ ترتیب دے رہے تھے اس میں بولان کی جبین پر اور بلوچستان کی اس بے آب وگیاہ زمین پر دودھ کی نہریں بہتی نظر آتی تھیں اور ویسے بھی ہندوستان میں فرنگیوں نے جس طرح کے انتظامات کئے تھے اور وسیع الجہت ووسیع البنیاد اقدامات اٹھائے تھے اس سے ان کے پیشِ نظر تو یہی تھا کہ یہ وسیع وعریض خطہ زمین جس کا چپہ چپہ سونا اگلتا ہے (اس لئے پرانی کہاوتوں میں ہند کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا) ہماری دائمی نوآبادی رہے گی، ظاہری حالات بھی یہی تھے، نظامِ سلطنت میں دور دور تک ضعف واضمحلال کے آثار نظر نہ آتے تھے، تین براعظموں پر برٹش ایمپائر کا ڈنکا بجتا تھا، حکومت کی حدود یہ وسعت رکھتی تھیں کہ چوبیس گھنٹے ان کی قلمرو میں سورج غروب نہ ہوتا تھا اگر سلطنت کے ایک بڑے حصے میں رات ہے تو دوسرے بہت بڑے حصے میں دن کے مختلف اوقات ہیں۔ [۱]

فرنگیوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اگلی صدی کیسے کیسے انقلابات اور عالمگیر تنازعات وفسادات اپنے

---

۱ کبھی یہ وسعت مسلمانوں کی سلطنت کو حاصل تھی، خلافتِ عباسیہ کے شہنشاہ ھارون الرشید نے ایک دفعہ دورانِ سفر ایک بدلی کو اپنے سر کے اوپر سے آوارہ گزرتے ہوئے دیکھا تو یوں اس سے مخاطب ہوئے ''تو جہاں تک بھاگ سکتی ہے بھاگ، تو جہاں بھی برسے گی اس زمین کا خراج میرے ہی خزانے میں پہنچے گا'' یہ اس زمانے کی بات ہے جب لندن وپیرس کی تنگ وتاریک گلیاں غلاظت اور کیچڑ سے اٹی رہتی تھیں اور پادری صاحبان ہفتہ بھر میں غسل کرنے پر صلیب پرستوں کی پٹائی کرتے تھے ''تلک الایام نداولھا بین الناس'' ؎ صاحب طبل وعلم نان جویں کے محتاج ٹھوکریں کھاتے جو پھرتے تھے وہ لیتے ہیں خراج

جلو میں لے کے جلوہ گر ہوگی، اور محض نصف صدی کے قلیل عرصہ میں دو عالمگیر جنگیں دنیا کے موجودہ نظام کو الٹ پلٹ ڈالیں گی، قوموں کی قومیں آگ اور خون کے دریاؤں میں غوطے کھا کر نکلیں گی، برٹش ایمپائر جو جابرانہ جہانگیری و جہانداری میں قیصر و کسریٰ کو مات دے چکی ہے پھر سمٹ سمٹا کر دیارِ مغرب کے اسی تاریک کونے میں سر چھپانے پر مجبور ہو جائے گا جہاں سورج کبھی کبھار ہی نظر آتا ہے۔ ۱

لینس ڈاؤن برج سکھر

لینس ڈاؤن برج اس عظیم الشان پل کا نام ہے جو انگریزوں نے دریائے سندھ پر بنایا تھا، یہ لوہے کا بہت ہی اونچا پل تھا، 25 مارچ 1889ء کو اس کا افتتاح ہوا اور گاڑیاں اس پر سے دریا پار کرنے لگیں، اس سے پہلے کراچی جانے والی گاڑیاں سکھر پہنچ کر دریا کے اس پار رک جاتی تھیں، پھر بھاپ سے چلنے والی لانچ آٹھ آٹھ بوگیاں دریا پار لے جاتی تھی، اور اس طرح ٹرین آگے چلتی تھی، یہ سلسلہ دس سال تک چلتا رہا، آخر لندن میں انجینئر سر الیگزینڈر کو پل کا نقشہ بنانے کا حکم ملا، اس نقشہ کے مطابق ''ویسٹ ووڈ بیلی اینڈ کمپنی'' (لندن) نے پل بنایا، تین ہزار تین سو ٹن وزنی پل لندن میں تیار کیا گیا، کتابی روایت کے مطابق ایسا بے ڈھب، بے ہنگم اور ہیبت ناک پل شاید ہی کہیں بنا ہو، عابدی صاحب کے بقول ایک مغربی مورخ نے یوں لکھا ہے کہ سکھر کے پل کا نقشہ بنانے والے نے دل ہی دل میں معماروں سے کہا ہوگا کہ ذرا میرا یہ پل بنا کر تو دکھاؤ، دریائے سندھ جیسے عظیم اور پاٹ دار دریا پر اس پل کے جوڑنے کا کام شروع ہوا، برصغیر کے کاریگروں نے پل کے آڑے ترچھے آہنی شہتیر جوڑے، 19 مارچ 1889ء کو اس کی آزمائش کی گئی اور پھر چھ دن بعد اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا، افتتاح اس وقت کے وائسرائے ہند لارڈ لینس ڈاؤن نے کرنا تھا، انہی کے نام سے اس پل کو موسوم بھی کیا گیا، لیکن وہ نہ آسکے اور بمبئی کے گورنر لارڈ ری نے افتتاح کیا، اس موقعہ پر عابدی صاحب لکھتے ہیں ''اس طرح 25 مارچ 1889ء کو پنجاب کا گیہوں مال گاڑیوں کے ذریعے بحیرہ عرب کے ساحل پر پہنچنے لگا'' (اور پھر سمندری راستے سے عالمی منڈیوں میں؟) اس پل کی تعمیر کا تخمینہ 30 لاکھ روپے لگایا گیا تھا، لیکن ستائیس لاکھ سے بھی کم رقم صرف ہوئی۔ ۲

---

۱ مغرب کی شکست و ریخت کا یہ منظر اس کی پیشینگوئی کرنے والے دیدہ ور اقبال کی آنکھوں کے سامنے رونما ہو رہا تھا، ایک شعر میں اس کو یوں ذکر کرتے ہیں ؎ جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا اور وہ عالمِ پیر مر رہا ہے — جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا تھا قمار خانہ

۲ اس چھوٹے سے واقعہ کے تناظر میں اپنے وطن کے قومی منصوبوں اور حکومتی ٹھیکوں کا جائزہ لیا جائے جہاں کمیشن خوری اور کرپشن چھوٹے بڑے ہر منصوبے کی لاگت کا جزو لازم ہوتی ہے تو عبرت کے کئی پہلو نکلتے ہیں اور ہماری پستی کے اسباب بھی سامنے آتے ہیں

اس پل کی تعمیر (یعنی دریا پر نصب کرنے میں) چھ مزدور ضائع ہوئے، یہ جس ڈھیل ڈھول کا پل تھا اور ایک بہت بڑے دریا پر نہایت اونچائی پر اس کو نصب کرنا جتنا خطرناک کام تھا اس لحاظ سے بہت زیادہ جانی نقصان کے خدشات تھے، اس لئے بعض انگریز مصنفوں نے اس کو معمولی نقصان قرار دیا ہے اور کم نقصان ہونے پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

ایوب برج

لینس ڈاؤن برج 35 سال بعد ہی کمزور پڑنے لگا، 1924ء میں اس پر گاڑی کی رفتار محض آٹھ کلومیٹر فی گھنٹہ کر دی گئی، اس طرح سلسلہ چلتا رہا، پاکستان بننے کے بعد نئے برج کی تعمیر اور شدت سے محسوس کی جانے لگی، آخر 1962ء میں اس سے ذرا فاصلے پر ایوب برج بنا، اس سال 6 مئی کو فیلڈ مارشل ایوب خان صدر پاکستان نے اس کا افتتاح کیا، یہ سیدھا، سبک، اور رواں پل ہے، اس کا نقشہ مشہور سائنسدان، ریاضی دان ڈاکٹر ڈیوڈ اشٹین نے بنایا تھا، پل کے افتتاح سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، ایوب برج کی تعمیر پر دو کروڑ روپے کی لاگت آئی۔ عابدی صاحب نے اس موقعہ پر قوم کے معاشرتی ناسور کو یوں نشتر چبھویا ہے ''اب تو اتنی رقم پارلیمان اور اسمبلی کے ایک رکن کی وفاداری خریدنے پر خرچ ہوتی ہے اور اس طرح ایک پل نہیں ایک لوٹا وجود میں آتا ہے اور لوٹا بھی ایسا جس کا پینداکچا ہو'' راقم عرض کرتا ہے کہ ہر پنجسالہ میں ہماری نئی وفاقی اور صوبائی حکومتیں جس طرح ہارس ٹریڈنگ، سیاسی رشوتوں، دھونس دھاندلیوں اور بلیک میلنگ سے وجود میں آتی ہیں کہ ایک ایک رکن کی وفاداری کروڑوں روپے کے عوض خریدی جاتی ہے اور پھر قومی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی تعداد ہزار آٹھ سو کیا کم ہوگی اور جتنی بڑی شخصیت ہو اور اس کی ذات والا صفات کی جتنی اہمیت ہو اتنے ہی دام اونچے ہوتے ہیں، تو اس حساب سے محض حکومت کی تشکیل کی پاکستان کی اس غریب اور فاقہ مست قوم کو ہر پنجسالہ میں کیا قیمت دینی پڑتی ہے اور پھر حکومت میں آنے کے بعد ان رنگیلوں کی رنگینیوں اور سنگینیوں کی کیا قیمت چکانی پڑتی ہے اس کا تو تصور کرنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن اے میری قوم کے لوگو! نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہر پنجسالہ میں کبھی ایک بار کبھی ایک سے بھی زیادہ دفعہ جب بھی نئی حکومت بنتی ہے پاکستان کی قومی دولت پر اور اس قوم کے خون پسینے کی کمائی پر تسلسل کے ساتھ یوں ہی ڈاکے ڈالے جاتے ہیں، پھر ملک ترقی کیسے کرے؟ اس ریلوے کے ادارے کو ہی لے لیں ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ تقسیم سے پہلے ریلوے اور ڈاک دونوں ایسے محکمے تھے جو نہایت منافع بخش تھے، کبھی خسارہ میں نہیں جاتے تھے، لیکن

آج ریلوے کا جو حال ہے اور اس کے سالانہ خسارے کی جو مایوس کن رپورٹیں پچھلے عرصے میں سامنے آتی رہیں وہ حد درجہ کرپشن کا منہ بولتی ثبوت ہیں، لائنیں اکثر و بیشتر آج بھی وہی ہیں جو انگریز ورثے میں چھوڑ گئے تھے، آئے دن حادثے ہونا ایک معمول بن چکا ہے، یہی حال تعلیم صحت اور دوسرے بنیادی شعبوں کا ہے، آج دنیا میں فلاحی مملکتوں کا غلغلہ ہے گڈ گورنس (Good Governess) دنیا کی حکومتوں کا ماٹو ہے، تعلیم، صحت، روزگار کی ہر ایک کو فراہمی حکومتوں کی اولین ترجیحات ہوتی ہیں، لیکن ہمارے یہاں ان بنیادی شعبوں کی کچھ اور ہی داستانیں ہیں۔ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے راقم الحروف کے احساسات تو یہ ہیں کہ پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا جو بے شمار قربانیوں اور اجتماعی طور پر مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کے نتیجے میں حاصل ہوا، اس ملک کی بنیادوں میں بہت خون گرا ہے، لیکن پاکستان بننے کے کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اس ملک میں شروع ہو گیا، وہ کون سا حربہ ہے جو گذشتہ نصف صدی سے اس ملک میں اسلام کا راستہ روکنے کے لئے نہیں اختیار کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے بلکہ علانیہ بغاوت کرنے والی قوم کبھی دنیا میں پنپ نہ سکی ہے، خواہ وہ مادی طور پر فلاح و ترقی کے لئے کتنے ہی اقدامات کرلے، ماضی کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے، قرآن مجید نے سورہ بقرہ میں بڑی تفصیل سے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی بدعہدی کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات پانے کے بعد انہوں نے طوطا چشمی اختیار کرلی اور ناشکری پر اتر آئی، جس کی پاداش میں وہ پہلی سزا جو خود نبی کی موجودگی میں ان پر جاری ہوئی وہ میدانِ تیہہ میں چالیس سال تک ان کا آوارہ و سرگرداں اور حیران و پریشان پھرنا ہے، واقعہ تیہہ کی جو تفصیلات مفسرین نے بیان کی ہیں آج کے دور کے لحاظ سے ہمارے حالات اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں............تو کیا بدعہدی کر کے ہم "یَتِیۡهُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ" کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں؟ ہاں قرآن مجید کے قانون عروج و زوال سے تو یہی معلوم ہوتا ہے، اور ہمارے حالات کا بنی اسرائیل کے حالات سے مطابقت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے "لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر (بخاری ج ۲، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل) " کی پیشینگوئی خود نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے، آخر زہر پی کر حیاتِ جاوداں حاصل ہونے کا کوئی قانونِ قدرت تو کبھی سنا نہیں، ہاں زہر پینا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

(جاری ہے..........)

عبرت کدہ

مولانا محمد امجد حسین

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۱۱)

وزیر سی ساگر کا عرب قیدیوں کو لے کر ابنِ قاسم سے آملنا

اسلامی لشکر دہلیلہ سے روانہ ہوکر جب برہمن آباد کے قریب پہنچا تو خفیہ قرارداد کے مطابق سی ساگر عرب قیدی لے کر چپکے سے برہمن آباد قلعہ سے نکلا اور ابنِ قاسم سے آملا، قیدی حوالے کئے۔ [۱] ابنِ قاسم نے اس کے شایانِ شان استقبال کیا اور اپنے برابر بٹھایا اس نے ابنِ قاسم کی رعایا پروری، انصاف، رواداری اور دریا دلی کی بہت تعریف کی اور اس بات کو سراہا کہ مالگذاری اور ٹیکس کے معاملے میں اس نے رعایا کو جس قدر نرمی اور آسانیاں دیں اس سے قوم کی قوم اس کی گرویدہ ہوگئی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سابقہ راجہ مالگذاری اور ٹیکس کی صورت میں رعایا پر غیر معمولی بوجھ ڈالتے ہونگے، جیسے ایران اور روم کا حال تھا۔ قرونِ اولیٰ کی اسلامی فتوحات کو جو مشرق ومغرب کی عام رعایا نے بسروچشم قبول کیا، اس میں دوسرے محرکات کے علاوہ ایک عنصر یہ بھی تھا کہ اسلام کا باج وخراج کا نظام بہت سادہ اور واجبی سا تھا جس سے ساری رعایا سکھی ہوجاتی اور ان ظالمانہ ٹیکسوں سے نجات پالیتی تھی جو ان کی اپنی حکومتوں نے اس طور عائد کئے ہوتے تھے کہ رعایا کی پیٹھ دوہری ہوجاتی اور اس بوجھ سے کبھی سر اٹھا کر زندگی کے کسی اور مقصد کے متعلق سوچنے کے بھی وہ قابل نہ رہتے تھے، ڈھور ڈنگروں کی طرح رات دن ایک کر کے اپنے راجاؤں اور بادشاہوں کی تجوریاں بھرتے، رعایا کا خون چوس کر یہ وقت کے فرعون دادِ عیش دیتے، لہٰذا ان جابر حکومتوں سے عام رعایا کو کوئی واقعی ہمدردی نہ ہوتی تھی، اسلامی فتوحات نے جب یہ جوا ان کی گردن سے اتارا تو انہوں نے پہلی دفعہ زندگی کا حقیقی سکھ پایا اور آسمانی بادشاہت کا نمونہ ملاحظہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبدیت ومعبودیت والا وہ نظری اور حقیقی رشتہ بحال ہوا جس

[۱] پیچھے دیبل کی فتح میں ذکر ہو چکا ہے کہ وہاں کے قید خانے سے بہت سے مسلمان قیدی ملے تھے اس لئے یہ قیدی جو سی ساگر لئے پھرتا رہا یہ ان میں سے کچھ باقی ماندہ قیدی ضعیف عورتیں، بچے وغیرہ ہونگے، بعض مصنفین نے یہی تطبیق کی ہے۔

Iqra Ghufran

کوسینکڑوں جھوٹے معبودوں نے درمیان میں حائل ہوکر منقطع اور نسیاً منسیاً کردیا تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا زمین پر ڈنکہ بج گیا، اور شرک وگمراہی سے آلودہ دلوں پر توحید کا نقش بیٹھ گیا، ؎

سروری زیبا فقط اسی ذات بے ہمتا کو ہے حکمراں ہے فقط وہی باقی بتانِ آزری

برہمن آباد پر چڑھائی

جمادی الاولیٰ ۹۴ھ میں اسلامی لشکر کا برہمن آباد کی طرف کوچ ہوا، ؎۱ دہلیلہ کا انتظام ابنِ قاسم نے نوبہ (دہلیلہ کے سابقہ قلعہ دار دھارن کا بیٹا) کے سپرد کیا، برہمن آباد جو جنگ کا اگلا محاذ تھا اس سے اس قدر قریب ایک ایسے شخص کو انتظام سپرد کرنا جو برسرِ جنگ قوم کا آدمی تھا اور اس کے متعلق کسی قسم کا کوئی تجربہ نہ تھا، یہ شائد وہاں کے کسی معتمد مقامی سردار کے مشورے سے ہوا ہو، کیونکہ بہت سے مقامی سرداروں کو بہت جلد ابنِ قاسم کا تقرب اور اعتماد حاصل ہوگیا تھا، اور انہوں نے بھی اس اعتماد کو نبھایا تھا، ؎۲ برہمن آباد میں جے سنگھ (جے سیہ) کے پاس چالیس ہزار لشکر فراہم تھا اور ہر طرح کی جنگی تیاریوں میں وہ ہمہ تن مصروف تھا، اسلامی لشکر کی آمد کا سن کر اس نے اپنے کچھ گنے چنے بہادر سورما منتخب کر کے شہر کے مختلف حصوں اور داخلی مرکزی دروازوں پر ان کو مامور کیا، اور خود معلوم نہیں جنگی مصلحت سے یا کسی اور وجہ سے چپکے سے برہمن آباد سے نکل کر علاقہ بابیہ چلا گیا، اسلامی لشکر نے برہمن آباد پہنچ کر قلعہ کی مشرقی دیوار کے نیچے نہر جل والی کے کنارے پڑاؤ ڈالا، ابنِ قاسم نے ایک بااعتماد قاصد کے ذریعے قلعہ میں پیغام بھیجا کہ:

”یا تو مسلمان ہوجاؤ، ورنہ اطاعت قبول کر کے جزیہ دو، انکار کی صورت میں تلوار سب سے بہتر فیصلہ کرنے والی ہے“

قلعہ میں چونکہ جے سنگھ تھا نہیں، جا چکا تھا، کوئی اور شخص ایسا بااختیار نہ تھا، کہ کوئی فیصلہ کن جواب دیتا، مجبوراً ابنِ قاسم نے لشکر گاہ کے اردگرد خندق کھدوا کر اپنا یہ عارضی ٹھکانہ محفوظ کر کے جنگ کا آغاز کردیا، یہ واقعہ رجب ۹۴ھ کا ہے، قلعہ والے روزانہ نکل کر مقابلہ کرتے شام کو واپس قلعہ بند ہوجاتے، اس طرح یہ محاصرہ

؎۱ برہمن آباد موجودہ ضلع نواب شاہ کا علاقہ تھا۔

؎۲ سندھ کی اس پوری مہم میں قدم قدم پر مسلمانوں خصوصاً سالارِ لشکر ابنِ قاسم کی اس طرح کی بے تعصبی، رواداری، بے نفسی اور نرمی ومہربانی کے نمونے تاریخ کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں، ابنِ قاسم کی مثالی سیرت کے یہی وہ نمونے ہیں کہ جس سے سندھ کی راجا و پرجا سب اس کی محبت وعظمت کے اسیر ہوگئے تھے اور اس کے جانے کے بعد مقامی ہندو اس کی مورتیاں تراش تراش کر ان کے ساتھ دیوتاؤں والا معاملہ کرنے لگے۔

ومقابلہ چھ ماہ کے عرصے پر محیط ہوگیا، آخر ذی الحجہ۹۴ھ میں خود جے سنگھ بھی آدھمکا، اسلامی لشکر کے محاصرہ کی وجہ سے نہ تو قلعہ میں داخل ہوسکا، اور نہ کوئی امداد قلعہ میں پہنچا سکا، تب اس نے یہ حربہ اختیار کیا کہ اسلامی لشکر کے لئے رسد آنے والے راستوں کی ناکہ بندی کرلی اور چھاپہ مار کاروائیاں شروع کردیں، یہ صورتحال اسلامی لشکر کے کیلئے سخت پریشانی والی تھی، ابنِ قاسم نے اس بارے میں موکا کے مشورہ سے اس کی سرکردگی میں اپنے چند سرداروں کے ساتھ ایک لشکر جے سنگھ کے مقابلے کے لئے روانہ کردیا، جے سنگھ عرب فوج کی اپنی طرف آمد کا حال سن کر اہل وعیال کو ہمراہ لے کر بھاگ کھڑا ہوا، ابھی تک محمد علافی (حکومتِ عراق کا باغی) اس کے ساتھ تھا، اسلامی لشکر نے اس شدت سے ان کا تعاقب کیا کہ دونوں کی جمعیت کو منتشر کردیا، اور محمد علافی اور جے سنگھ کو آوارہ ودربدر کردیا، محمد علافی بھی بزبانِ حال کہتا ہوگا ؎

کبھی عرش پر کبھی فرش پر کبھی ان کے در کبھی دربدر اے غمِ زندگی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گذر گیا

جے سنگھ نے برہمن آباد سے بھاگتے ہوئے پایہ تخت الور اپنے بھائی گوپی [۱] کو خط لکھا کہ میں سلطنت سے دستبردار ہوتا ہوں، تم الور کی پوری پوری حفاظت کرنا۔

جے سنگھ بھاگتا بھاگتا راجپوتانہ پہنچا، پھر وہاں سے کشمیر گیا، کشمیر کے راجہ نے اس کی کافی آؤ بھگت کی، اور ایک علاقہ اس کو جاگیر میں دیا، جہاں اس نے باقی زندگی یکسو ہوکر گذاری۔ [۲]

ادھر برہمن آباد والے اتنے طویل محاصرے سے عاجز آگئے اور امان کی درخواست بھیجی، ابنِ قاسم نے غیر مسلح لوگوں کے متعلق امان کی درخواست قبول کی، اس طرح اہلِ قلعہ نے کسی مناسب موقعہ پر دروازہ کھول دیا، اسلامی لشکر تکبیر کے نعروں کی گونج میں فاتحانہ شہر میں داخل ہوا، دروازہ کھولنے کا یہ عمل بعض سرداروں کی طرف سے تھا جنھوں نے درپردہ ابنِ قاسم سے امان کی درخواست کی تھی اور بظاہر اپنے لوگوں کے سامنے برسرِ جنگ تھے، اور دروازہ بھی بلطائف الحیل کھلا چھوڑا گیا، اس لئے اندرونی فوج کے لئے اسلامی لشکر کا سر پر پہنچ آنا غیر متوقع تھا وہ بدحواس ہوکر بھاگے، کچھ مقابل ہوئے تو مارے گئے یا گرفتار ہوئے، پُرامن لوگوں، اہلِ حرفہ، اور اہلِ بازار سے اسلامی لشکر نے سالار کی ہدایت کے مطابق کوئی

---

[۱] راجہ داہر نے مقابلہ پر نکلتے وقت اپنے اس چھوٹے بیٹے گوپی (فوفی) کو قائم مقام چھوڑا تھا)

[۲] یہ چچ نامہ کی روایت ہے جبکہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جے سنگھ واپس سندھ آگیا تھا، اور راجہ کشمیر نے اسے جو جاگیر دی تھی ایک انگریز محقق (جنرل کننگھم) کی تحقیق کے مطابق یہ جہلم کے قریب کلر کہار کا علاقہ تھا، جے سنگھ کے ساتھ عرب باغی سرداروں میں سے حمیم شامی ابھی تک تھا، چنانچہ بعد میں یہ جاگیر حمیم شامی کے اختیار میں آگئی، حمیم شامی نے یہاں مسجدیں بنوائیں اور تعمیرات کرائی تھیں (دیکھئے تاریخِ سندھ ص۸۶)

Idara Ghufran

تعرض نہیں کیا، اس طرح مغلوب ہو کر بھی اہلِ قلعہ عافیت ہی میں رہے، رانی لاڈی جو یہاں مقیم تھی وہ بھی قید ہوئی اور بعد میں بخوشی اسلام میں بھی داخل ہوئی، ابنِ قاسم نے اجتماعی مصلحتوں سے حجاج سے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت چاہی، حجاج نے خلیفہ ولید کو لکھا، خلیفہ نے بھی سیاسی مصالح کی رعایت سے اجازت دے دی، اس طرح ابنِ قاسم نے رانی لاڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کیا جس سے سندھی رعایا کو اور بھی اطمینان حاصل ہوا۔ فتح کے بعد ابنِ قاسم برہمن آباد کا انتظام طے کرنے میں مشغول ہو گئے جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کے حقوق اسلامی مساوات کے اصول کے مطابق عرب مسلمانوں کے برابر قرار دیئے گئے، اور جو اپنے مذہب پر برقرار رہے ان پر درج ذیل حساب سے جزیہ عائد کیا گیا۔

اوّل درجے کے مالدار، صاحب ثروت لوگوں سے 48 درہم سالانہ۔ متوسط طبقہ والوں سے 24 درہم سالانہ۔ کم حیثیت لوگوں سے 12 درہم سالانہ۔ [1]

یہ وہ جزیہ کی سالانہ مقدار ہے جس کے خلاف معاند مخالفین آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں، اول تو جزیہ کی اس مقدار ہی کو ملاحظہ فرمایا جائے کہ سالانہ بارہ درہم لازم کرنے سے غریب سے غریب آدمی پر کیا بوجھ پڑ سکتا ہے، موجودہ ملکی کرنسی میں اس کی مالیت بمشکل چھ سات سو روپے ٹھہرے گی (بحساب تین تولہ چاندی، بمورخہ مارچ 2006ء) اور پھر اس جزیہ کے بدلے اپنی غیر مسلم رعایا کو اسلامی حکومت جو تحفظات اور مراعات دیتی ہے ان سے آنکھیں کیوں بند کر لی جاتی ہیں؟ امام محمد کی کتاب السیر سے لے کر پچھلی صدی تک ترکی میں نافذ العمل شرح المجلہ تک سلف و خلف کی کتب اور اسلامی حکومتوں کے آئین و دساتیر کی ذرا ورق گردانی کیجئے، باب کے باب ان تفصیلات سے بھرے پڑے ہیں جو غیر مسلم رعایا کے سلسلے میں اسلامی حکومت کے فرائض منصبی کی بابت ہیں، ان کی جان، مال، عزت و آبرو کی پوری پوری حفاظت، مذہب اور پرسنل لاء میں عدمِ مداخلت کی جزئی جزئی تفصیلات علمائے اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں اہلِ اسلام کے سامنے پیش کئے، اور ہمیشہ اہلِ اسلام نے ان سنہرے اصولوں کی پاسداری کی۔

اسی برہمن آباد کا وقعہ ہے کہ:

یہاں ایک عالیشان مندر جنگ کے دوران ویران و برباد ہو گیا، مقامی لوگوں نے خوف و مایوسی سے مندر

[1] درہم شرعی کا وزن تین ماشہ ایک رتی اور ایک پانچواں حصہ رتی کا ہے، اس حساب سے 12 درہم کا وزن تین تولہ چاندی سے کچھ اوپر بنتا ہے، اور 24 درہم کا ساڑے چھ اور 48 درہم کا تیرہ تولہ چاندی کے لگ بھگ بنتا ہے، آج کل چاندی کی قیمت 200 روپے فی تولہ کے لگ بھگ ہے۔

جانا، اور پوجا پاٹ بجالانا، اور نذرونیاز پجاریوں کی نذر کرنا چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے اس بڑے مندر کے مہنت، پجاری اور سارے خدام فاقوں پر مجبور ہوگئے، اسلامی لشکر کی رواداری اور سالارلشکر کے عدل وانصاف اور کسی کے مذہب سے عدمِ تعرض اور رحمدلی کا حال سنا تو ایک دن مندر کے یہ پنڈت، مہنت حوصلہ کر کے وفد بنا کر ابنِ قاسم کی خدمت میں آ پہنچے، اپنے مصیبتوں کی بپتا کہہ سنائی، اور درخواست کی کہ مندر کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے اور خوفزدہ آبادی میں اعلان کر دیا جائے کہ وہ مندر آنا جانا شروع کر دے، ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا، ابنِ قاسم کو اس بت پرستی کے از خود موقوف ہونے کے بعد اپنی طرف سے اعلان کر کے دوبارہ اسے رائج کرنے میں توقف ہوا، حجاج کو خط لکھا، وہاں سے جو جواب آیا وہ ملاحظہ ہو:

”تمہارا خط ملا، مضامین سے آگاہی ہوئی، برہمن آباد کے ہندو درخواست کرتے ہیں کہ مندر کو آباد رکھنے اور آبائی مذہب پر عمل درآمد کی اجازت دی جائے، جب وہ لوگ ہماری اطاعت کر کے جزیہ ادا کرتے ہیں تو پھر ان کے مذہب یا خانگی معاملات میں دخل دینے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے، ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے، اور ان کے مال پر کوئی شخص دست درازی نہ کرے، وہ سب ہماری حمایت اور پناہ میں ہیں“ (چچ نامہ ص۹۰، تاریخِ سندھ ص۹۳)

جزیہ کی مذکورہ مقدار کا موازنہ ذرا آج کی فلاحی وجمہوری سلطنتوں کے ٹیکس کے نظام کے ساتھ بھی کر لیا جائے جو شہری سہولتوں کے عوض اور ریاستی ضرورتوں کے تحت رعایا پر عائد کئے جاتے ہیں، اتنے اقسام کے ٹیکس ہیں کہ شاید دھوپ اور ہوا کے سوا کوئی تمدنی سہولت ٹیکس سے مستثنٰی نہ ہوگی، پانی کا ایک گھونٹ یا چائے کا ایک جرعہ ہمارے حلق سے بعد میں اترتا ہے بلکہ ہمارے لب اس سے بعد میں تر ہوتے ہیں اور اس کا ٹیکس ہم پہلے ادا کر چکے ہوتے ہیں۔ ع سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا (جاری ہے......)

طب وصحت حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

نقرس(GOUT)وجع المفاصل(RHEUMTISM)

قدیم اطباء جوڑوں کے درد کو وجع المفاصل کہتے ہیں۔اوراس کو عام طور پر گٹھیا بھی کہا جاتا ہے۔اس کے ساتھ کبھی ورم ہو جاتا ہے اور کبھی ورم نہیں ہوتا۔اس مرض کی کئی قسمیں بیان کی جاتی ہیں، دراصل درد کے مقام پر اس کا نام ہوتا ہے۔

(1)......جو درد ہاتھ پاؤں کے جوڑوں میں ہوتا ہے اسکو وجع المفاصل کہتے ہیں۔

(2)......جو سرین کے جوڑ میں ہو اس درد کو وجع الورک کہتے ہیں۔

(3)......جو سرین کے جوڑ سے اٹھتا ہے، اور پاؤں کی طرف اتر آتا ہے اس کو عرق النسا کہا جاتا ہے۔

(4)......گھٹنے کے جوڑ کے درد کو وجع الرکبہ کہا جاتا ہے۔

(5)......ٹخنے اور پاؤں کے انگوٹھے کے درد کو نقرس کہتے ہیں۔

ان بیماریوں میں سے اگر کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو مریض بیحد پریشان ہوتا ہے۔جب درد کے دورے ہوتے ہیں تو مریض کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے، شدتِ تکلیف سے نیند نہیں آتی۔درد سے مریض بے چین ہو جاتا ہے۔

طبِّ جدید نے گٹھیا کے عنوان کے تحت ایک طویل فہرست تیار کر لی ہے جس کا پھیلاؤ اس قدر ہے کہ ان کے مطالعہ کے علم کو (RHUMATOLOGY) کہتے ہیں۔ایک اندازہ کے مطابق صرف یورپ کے ممالک میں ہر سال تقریباً دو کروڑ افراد اس بیماری کی وجہ سے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں۔مشاہدوں سے پتہ چلا ہے کہ یورپ کی آبادی کا چالیس فیصدی گٹھیا کی مختلف اقسام کا شکار ہے۔اکثر 65 سال کی عمر تک یورپ کے باشندے اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اکثر یہ بیماری مردوں میں اور سن بلوغ کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔جن خاندانوں میں یہ مرض پایا جاتا ہے، ان میں کبھی کبھی بچے بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ورنہ عام طور پر بچوں کو یہ مرض نہیں ہوا کرتا۔اس بیماری میں مریض کے جسم میں یورک ایسڈ زیادہ مقدار میں پیدا ہونے لگتا ہے، خون ٹیسٹ کریں تو اس میں یورک ایسڈ زیادہ ہوتا ہے۔یورک ایسڈ کی

تعداد نارمل مقدار سے بڑھ جانے کی صورت میں بھی جوڑوں میں درد شروع ہو جاتا ہے۔گھٹیا کا مرض جسم کے کسی بھی ایک یا ایک سے زیادہ جوڑوں میں یورک ایسڈ کے کرسٹل کے جمع ہو جانے سے بھی واقع ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے متاثرہ جوڑ متورم ہو جاتا ہے اور جوڑوں میں درد، سوزش، ورم، سوجن، سرخی و بے حرکتی جیسی علامات نمایاں ہو جاتی ہیں۔ کچھ مریضوں کو نقرس کی وجہ سے گردے یا مثانہ میں پتھری کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔

اسباب

طب یونانی میں معدہ کی خرابی، جسم میں فاسد مادوں کی زیادتی، بارش میں بھیگنے یا سردی لگنے سے، بادی یا سرد چیزوں کے کثرتِ استعمال سے، رطوبات بلغمیہ جسم کے جوڑوں میں آ کر رک جاتی ہیں، اور ان سے ریاح پیدا ہو کر کھچاؤ اور تناؤ کی شکل پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے سخت درد پیدا ہوتا ہے، کبھی ریاح کے زور سے عضو اپنی جگہ سے اکھڑ جاتے ہیں، کسی جوڑ پر زیادہ زور پڑنا، کسی قسم کے فاسد مادہ کا خون میں شامل ہونا، معدہ کی خرابی، خون ٹیسٹ کرنے پر یورک ایسڈ کی زیادتی اور بعض دفعہ سوزاک یا آتشک بھی اس مرض کا سبب بنتے ہیں۔

علامات

اکثر مریضوں میں نقرس کے مرض کی ابتدا پیر کے انگوٹھے کے جوڑ میں درد سے ہوتی ہے اسکے بعد ٹخنے گھٹنے کلائی اور کندھے متاثر ہو جاتے ہیں، ماؤف جوڑوں میں رطوبت جمع ہو جاتی ہے، جوڑ پھول کر متورم ہو کر بدوضع ہو جاتے ہیں، جوڑوں میں سختی پیدا ہو جاتی ہے، سردی اور بارش کے دنوں میں مرض میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات بیماری کا حملہ اچانک بھی ہو جاتا ہے، مریض جوڑوں میں درد کی شدت کی وجہ سے بیدار ہو کر دیکھتا ہے تو اکثر جوڑ سرخ، متورم اور درد کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مریضوں کو لرزے کے ساتھ خفیف سا بخار بھی ہو جاتا ہے، مریض کو سُستی، بھوک کی کمی کی شکایت ہوتی ہے، ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے، کبھی دل کی دھڑکن کی بھی شکایت ہو سکتی ہے، سر میں درد ہوتا ہے، چکر آتے ہیں، شدتِ تکلیف سے رات کو نیند نہیں آتی، مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ کبھی اس مرض کے حملے کے بعد کان، ہاتھ، پیروں میں سخت گلٹیاں بھی بن سکتی ہیں، یہ گلٹیاں چھونے سے پر محسوس نہیں ہوتی ہیں، اگر یہ گلٹیاں زیادہ بڑھ جائیں تو پھٹ بھی جاتی ہیں۔ اکثر مرض کا شدید حملہ چند دنوں سے چند ہفتوں تک رہ سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ

مرض جسم کی دوسری پیچیدگیوں کا بھی سبب بن سکتا ہے ۔مثلاً گردوں میں پتھری، شوگر، ہائی بلڈ پریشر، موٹاپا، جسم کی رگوں میں سختی، دل کی رگوں میں سختی، جس کی وجہ سے دل کی بیماریوں کا بھی اندیشہ ہوسکتا ہے۔

علاج

مریض کو آرام سے بستر پر لٹائیں، سردی سے بچایا جائے، خون سے زہریلا مادہ خارج کرنے کی تدابیر اختیار کریں، یا ایسی تدبیر کی جائے کہ زہریلا مادہ بے اثر ہوجائے، اس مرض کا ایسا علاج جس سے مرض دفعتاً زائل ہوجائے مریض کے لئے مضر ہوا کرتا ہے، ہاتھ پیر کو تکیہ سے سہارا دیں اور حرکت کرنے سے روکیں، گرم کپڑا اوڑھانا چاہئے، اگر بے چینی کی وجہ سے مریض کپڑے کو پھینکنا چاہے تو روکیں، جب مریض اچھا ہونے لگے تو بے احتیاطی نہ برتی جائے ورنہ طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوا کرتا ہے، طب یونانی میں اس مرض کا شافی علاج موجود ہے۔ابتدا میں کھانے سے پہلے معجون سورنجان ۷ ماشہ صبح شام، رات کو سوت وقت اطریفل زمانی ۷ ماشہ استعمال سے فائدہ ہوتا ہے، معدہ کی اصلاح کا خیال رکھنا چاہئے، علاوہ ازیں رفع قبض کی تدبیر کریں۔تاہم مکمل علاج کے لئے ماہر معالج سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

پرہیز

بادی اور دیر ہضم اشیائ گوشت، چاول، مچھلی، گردے، جگر وغیرہ، گرم مصالحہ، مرچ، الکوحل استعمال نہ کریں۔

غذا

ہر قسم کی سبزیاں، ارہر کی دال، نان پاؤ استعمال کریں پرندوں کا گوشت بھی کم مقدار میں استعمال کر سکتے ہیں، اگر قوتِ ہاضمہ درست ہو تو، گھی، دودھ، وغیرہ مقوی و مرغن غذائیں زیادہ دیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑......جمعرات ۲۳/محرم کو حضرت مدیر دامت برکاتہم بمع والدہ واہلِ خانہ لاہور کے سفر پر تشریف لے گئے، حضرت جی کی والدہ محترمہ اپنے عزیز واقارب سے ملنے کے لئے کچھ عرصہ کے لئے انڈیا تشریف لے جارہی تھیں، حضرت نے لاہور سے ان کو رخصت کیا۔

❑......جمعہ ۲/۹/۱۶/۲۳/صفر کو مساجدِ ثلاثہ میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

❑......جمعہ ۱۶/صفر شام کو حضرت مدیر دامت برکاتہم نے ادارہ کے اساتذہ اور کارکنان کے لئے ضیافت کا اہتمام کیا۔

❑......ہفتہ ۳/صفر کو ادارہ غفران کے تعلیمی شعبوں میں سہ ماہی امتحان کا آغاز ہوا، ۵/یوم (۳ تا ۷/صفر) امتحان جاری رہا، شعبہ کتب کے صبح وشام دونوں وقتوں میں پرچے ہوتے رہے، شعبہ ناظرہ بنین وبنات کا امتحان اتوار ۴/صفر کو صبح وشام دونوں وقت ہوا، شعبہ حفظ کا امتحان بدھ کو ہوا، بدھ کو امتحان کی تکمیل پر سب تعلیمی شعبوں میں جمعرات کی چھٹی دی گئی، جمعہ ۹/صفر کی شام سے دوبارہ تعلیمی مشاغل شروع ہوئے۔

❑......ہفتہ ۲۴/صفر کو جناب فرقان صاحب (برادر حضرت مدیر صاحب) کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی، اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت وعافیت کے ساتھ زندگی دیں اور نیک صالح بنائیں۔

❑......اتوار ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/صفر کو بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ہوتی رہی، اتوار ۴/صفر کو امتحان کے بعد تعطیل ہونے کی وجہ سے یہ مجلس منعقد نہیں ہوئی، اتوار ۱۸/صفر اور ۲۵/صفر کو مدرسہ جامعہ رشیدیہ ٹھنڈ کوئی صوابی (صوبہ سرحد) کے علماء کرام دو الگ الگ دوروں میں اسلام آباد بڑے حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں تشریف لائے وہاں سے فارغ ہوکر ادارہ تشریف لائے اور حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی۔

❑......سوموار ۲۸/صفر ادارہ کے عارضی باورچی جناب عبدالوحید صاحب نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، کچھ گھریلو مسائل کی وجہ سے اپنے گھر کے قریب ایک ادارہ میں کام کا موقعہ ملنے پر وہاں جانا ان کو قرینِ مصلحت معلوم ہوا، ان کی مصلحت کی رعایت سے بخوشی ان کا یہ فیصلہ قبول کیا گیا۔

❑......منگل ۱۳/صفر جناب فرقان صاحب (حضرت مدیر دامت برکاتہم کے بھائی) نے ادارہ میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا۔

❑......جمعرات یکم/صفر شام کو مولوی قاری فضل الحکیم صاحب زید مجدہ (استاد شعبہ حفظ ادارہ ھٰذا) نے ادارہ کے اساتذہ وکارکنوں کی ضیافت کا اہتمام کیا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

مولوی ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **23 فروری** پاکستان: پشاور جلال آباد بس سروس 15 مارچ سے شروع کرنے کا فیصلہ کوئٹہ تا قندھار بھی سروس شروع کرنے کا اعلان۔ پشاور سے جلال آباد کے لئے کرایہ 300 روپے مقرر کوئٹہ قندھار بس سروس کے حوالے سے تاریخ اور کرایوں کا تعین جلد کر دیا جائے گا۔★ نائیجیریا شدت پسند دعیسائی بلوائیوں کے مسلمان بستی پر حملے 27 جاں بحق سینکڑوں زخمی۔ ✍ **24 فروری**: عراق مساجد پر حملے فائرنگ دھماکے، 150 افراد مارے گئے ★ پاکستان: بھاشا ڈیم کا نام تبدیل نئے آبی ذخائر خود کفالت میں مدد گار ثابت ہونگے، وزیر اعظم ✍ **25 فروری**: پاکستان: بی ایم ڈبلیو کیس راولپنڈی احتساب عدالت نے زرداری کی جائیداد ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔ سانگھڑ نواب شاہ اور حیدر آباد کے ڈی سی اوز آصف زرداری کے رہائشی یونٹ، زرعی اراضی اور پلاٹ فوراً سرکاری تحویل میں لے کر عدالت کو آگاہ کریں، احتساب عدالت کا حکم نامہ ✍ **26 فروری**: عراق: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے روضے اور مساجد پر راکٹ حملے، بم دھماکوں اور فائرنگ کے واقعات میں 60 ہلاک ✍ **27 فروری**: پاکستان: تمام اسلامی ممالک گستاخ ریاستوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، شیخ الحدیث مفتی تقی عثمانی شاتم رسول اذہان کو زک پہنچانے کا بہترین طریقہ اقتصادی ومعاشی بائیکاٹ ہے جس سے ان ممالک کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے بین الاقوامی سطح پر ایسا قانون منظور کرانا ضروری ہے کہ کسی بھی مذہب کے پیغمبر یا پیشوا کی توہین سخت ترین سزا کا موجب ہو۔ ✍ **28 فروری**: پاکستان: غیر ملکی طلباء اور اسناد کے مسئلے پر حکومت اور مدارس میں معاملات طے پا گئے صدر مشرف نے وفاق المدارس کے رہنماؤں کو غیر ملکی طلبہ پر پابندی نہ لگانے کی یقین دہانی کرادی، مدارس اسناد پر فیصلہ بھی ایک ماہ میں کیا جائے گا ★ پاکستان: ایئر مارشل تنویر محمود پاک فضائیہ کے نئے سربراہ نامزد، تنویر محمود 20 مارچ کو کلیم سعادت کی ریٹائرمنٹ پر اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں گے ✍ **یکم مارچ: پاکستان**: توہینِ رسالت کی آڑ میں کسی کو سیاسی مقاصد حاصل نہیں کرنے دیں گے صدر جنرل پرویز مشرف ★ عراق میں 9 خودکش دھماکے 4 برطانوی فوجیوں سمیت 81 ہلاک ✍ **2 مارچ**: پاکستان: شمالی وزیرستان میں آپریشن 45 مشتبہ افراد مارے گئے جوابی کاروائی میں ایک جواں جاں بحق 15 زخمی آپریشن کے دوران ہیلی کاپٹروں کی مدد بھی لی گئی، شرپسندوں کے پاس بھاری تعداد میں اسلحہ موجود تھا، جس کمپاؤنڈ میں کارروائی کی گئی اسے شرپسند پناہ گاہ کے طور پر استعمال کرتے تھے، ترجمان پاک فوج ★ بھارت: نئی دہلی میں ایک

Idara Ghufran

لاکھ افراد کی بش کے دورہ بھارت کے خلاف احتجاجی ریلی ✍ **3 مارچ**: پاکستان: کراچی، کار بم دھماکے، امریکی سفارتکار سمیت 5 ہلاک 48 زخمی درجنوں گاڑیاں تباہ، کار بم دھماکے امریکی کونسل خانے کے قریب ہوئے کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا، پی آئی اے کا کارگو آفس تباہ، زخمیوں میں پاک بحریہ کے 6 اہلکار بھی شامل ہیں، بعض زخمیوں کی حالت تشویشناک، ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ★ بش منموہن ملاقات، امریکہ بھارت جوہری ٹیکنالوجی کے معاہدے پر متفق ✍ **4 مارچ**: پاکستان: شان رسالت ﷺ میں گستاخی کے خلاف ملک بھر میں شٹر ڈاؤن پہیہ جام مظاہرے گستاخوں سے سفارتی وتجارتی تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ ★ پاکستان: بش اسلام آباد پہنچ گئے پاکستان سے فی الحال ایٹمی تعاون کا معاہدہ نہیں ہوگا، امریکہ ✍ **5 مارچ**: ، پاکستان: شمالی وزیرستان میں سیکورٹی فورسز کا آپریشن غیر ملکیوں سمیت 100 مشتبہ افراد 3 سیکورٹی اہلکار مارے گئے ★ پاکستان: مسئلہ کشمیر اور سویلین نیوکلیئر پروگرام پر بات نہ ہوسکی بش کا دورہ پاکستان کسی معاہدے کے بغیر ختم ✍ **6 مارچ**: پاکستان: کراچی میں ملین مارچ شاتمینِ رسول کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ۔ ✍ **7 مارچ**: پاکستان: میران شاہ میں فوجی آپریشن 19 قبائلی جاں بحق ہیلی کاپٹروں کا استعمال۔ ✍ **8 مارچ**: ، پاکستان: عالمی قانون سازی نہ ہوئی تو توہینِ رسالت پر مذاہب میں کشیدگی بڑھے گی، صدر جنرل پرویز مشرف ★ بھارت، مندر اور ریلوے سٹیشن پر 3 بم دھماکے 21 افراد ہلاک پورے ملک میں سیکورٹی ہائی الرٹ ✍ **9 مارچ**: ، پاکستان: قبائلی علاقوں کا ترقیاتی فنڈ 5 ارب روپے کر دیا گیا تیز رفتار ترقی کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائیں گے، قبائلیوں کو کاروبار کے لئے سستے قرضے فراہم کرنے کے علاوہ صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا، قبائلی وفد سے صدر کی گفتگو، ✍ **10 مارچ**: عراق امریکہ کا ابوغریب جیل بند کرنے کا اعلان حملوں میں امریکی فوجی سمیت 23 ہلاک ✍ **11 مارچ**: ، پاکستان: ڈیرہ بگٹی، ٹریکٹر ٹرالی بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی 30 جاں بحق 7 زخمی، حادثہ جمعہ کی صبح 8 بجے کے قریب اس وقت پیش آیا جب لوگ ٹرالی میں بیٹھ کر بارات کے ساتھ جا رہے تھے کہ بیکٹر کے علاقے میں سانحہ پیش آ گیا، مرنے والوں میں بچے، عورتیں اور مرد شامل ہیں ★ پاکستان: میران شاہ سیکورٹی فورسز کا حملہ 30 قبائلی وغیر ملکی جاں بحق خٹی کلے میں مولانا صادق نور کے مکان پر حملہ، گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال ہوئے، مختلف علاقوں میں آپریشن بھاری مقدار میں اسلحہ و گولہ بارود قبضے میں لے لیا گیا ★ **پاکستان**: سرحد اور آزاد کشمیر سمیت ملک بھر میں زلزلہ 1 جاں بحق 22 زخمی، جمعہ کے دن 12 بجکر 50 منٹ پر آنے والے زلزلے کی شدت 5.2 تھی عوام میں شدید خوف و ہراس میر پور میں عمارتیں منہدم **12 مارچ**: عراق: بغداد اغواء شدہ 4 عیسائی کارکنوں اور 1 امریکی کی نعشیں برآمد شمالی بغداد میں چھاپوں کے

دوران 20 مزاحمت کار گرفتار،تکریت سے بھی متعدد گرفتار ✍ **13 مارچ**: ،پاکستان:حکمران اتحاد کے سومروچیئرمین جان جمالی ڈپٹی چیئرمین سینٹ منتخب ✍ **14 مارچ**: پاکستان:ہماری شرح خواندگی تشویشناک حد تک کم ہے انتہا پسندی سے دامن چھڑانا ہوگا،صدر جنرل پرویز مشرف۔ ✍ **15 مارچ**: پاکستان:پشاور عدالت نے 2 عرب مجاہد بچوں سمیت رہا کردیے،رہائی جاوید ابراہیم پراچہ کی کوششوں سے عمل میں آئی۔عوام نے عرب مجاہدین کو کندھوں پر اٹھالیا، پھولوں کے ہار پہنائے گئے ✍ **16 مارچ**: پاکستان:جسٹس ریٹائرقاضی محمد فاروق نئے چیف الیکشن کمیشنر آف پاکستان مقرر،قاضی محمد فاروق 2004ء کو سپریم کورٹ کے جسٹس کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے لاء کمیشن میں بھی خدمات سرانجام دیتے رہے ✍ **17 مارچ**: پاکستان: شادی کھانوں پر ون ڈش کی اجازت بھی ختم پنجاب اسمبلی نے ترمیمی بل متفقہ طور پر منظور کرلیا ✍ **18 مارچ**: پاکستان:پتنگ بازی پر دوبارہ پابندی عائد، ہلاک ہونے والوں کے لواحقین کو دیت دی جائے، سپریم کورٹ پنجاب حکومت کی درخواست پر ہٹائی تھی لیکن صوبائی حکومت اپنے ہی وضع کردہ کائٹ ایکٹ پر عمل درآمد نہیں کرا سکی جس کی وجہ سے اموات ہوئیں حکومت مقتولین کے ورثاء کو دیت دینے کے علاوہ زخمیوں کا مفت سرکاری علاج کرائے ناظمین اور آئی جیز حکم نامے پر عمل درآمد کرائیں،عدالتِ عظمیٰ کے فل بنچ کا حکم ✍ **19 مارچ**: پاکستان: ملک کے کسی حصے سے برڈ فلو سے متاثر ہونے کا کوئی کیس سامنے نہیں آیا،وزارتِ صحت پاکستان ✍ **20 مارچ**: پاکستان:ڈی آئی خان میں بم دھماکہ 8 سیکورٹی اہلکار جاں بحق ★ سپریم کورٹ کے احکامات نظر انداز،صوبائی دارالحکومت میں دن بھر پتنگ بازی 90 سے زائد گرفتار 30 بچوں سمیت 60 زخمی ✍ **21 مارچ**: پاکستان: پنجاب اسمبلی کا اجلاس 10 ہزار جرمانہ 2 سال تک قید موٹر سائیکل ون ویلنگ پر پابندی کا بل منظور ✍ **22 مارچ**: حتف ہفتم کروز میزائل بابر کا دوسرا کامیاب تجربہ ★ ڈپٹی سپیکر اکرام اللہ شاہد نے استعفیٰ دے دیا ،اخلاقی جنگ جیت چکا ہوں اسمبلی میں تقریر ✍ **23 مارچ**: افغان کابینہ میں ردوبدل، پاکستان مخالف عبداللہ عبداللہ کو وزیرِ خارجہ کے منصب سے ہٹادیا گیا ✍ **24 مارچ**: پاکستان:امرتسر ننکانہ بس سروس آج سے شروع ہوگی ✍ **25 مارچ**: پاکستان:قومی کنونشن میں سرکاری ملازم شریک ہوئے واپس آ کر لوٹوں سے ایک ایک روپے کا حساب لوں گا نواز شریف۔کنونشن کے نام پر کروڑوں روپے لٹائے گئے اس کے باوجود شو بری طرح ناکام ہوگیا، عابد بٹ سے فون پر گفتگو۔**26 مارچ**: پاکستان: سینٹ الیکشن میں ہارس ٹریڈنگ سرحد اسمبلی کے 4 ارکان سے استعفے لے لئے گئے۔ **27 مارچ**: پاکستان اور چین کے درمیان بس سروس یکم جون سے شروع ہوگی۔ ہفتے میں دونوں اطراف سے چھ بسیں چلیں گی ابتدائی طور پر گلگت اور کاشغر کے درمیان بس سروس شروع کی جائے گی۔

A Chain of Useful and Interesting Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Abrar Hussian Satti

Some Commercial Rulings of Jewellery

Question: If gold is sold or bought by the gold than what kind of terms are necessary in sharia for being this dealing lawful?

Ans: If gold is sold or bought by gold (i.e. in both sides there is gold) then two terms are necessary for being this dealing lawful .One of them is gold should be equal in the both sides i.e. the quantity of gold should be equal in the both the sides. The second term is that the transaction of gold from both sides should be on the spot and not on credit.

If any thing is done against these two rules then the dealing would be considered as interest dealing.

While concluding we can say that if gold is sold or bought by the gold than gold of the both sides should be same in quality as well as in quantity and the transaction should be on the spot otherwise they will indulge in the sin of interest. All the mentioned terms must be regard in the following cases.

Gold of one side is new and of the other side is old.

Gold of one side is classic and of the other side is ancillary. Gold of one side is raw and of the other side is in the form of ornaments. Kind of gold is genuine in one side and is with adulteration in the other side.(It must be consider that gold or silver which has adulteration of any other metal but this adulteration is smaller than the real gold or silver then it would be considered like the real gold or silver in Sharia)